ائمہ حضرات کے لیے گرانقدر علمی و مشاورتی تحفہ بنام
آدابِ امامت
تاج الفقہاء مفتی محمد اختر حسین قادری
دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
اپنی نوعیت کی منفرد و بے مثال تالیف
ضروری و فقہی معلومات کا عظیم سرمایہ
جدید و قدیم مسائل کا بیش بہا خزانہ
واجب اللحاظ، مفید و قیمتی مشورے
کثیر شکایات و مشکلات کا مؤثر علاج
ناشر
مکتبہ علیمیہ خلیل آباد
تقسیم کار
کتب خانہ امجدیہ دہلی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (الفرقان:۷۴)

موضوع امامت پر اپنی نوعیت کی منفرد اور مفید و کارآمد کتاب اور ائمہ کرام کے لیے

ایک بیش بہا علمی و مشاورتی تحفہ بنام

آداب امامت

تصنیف لطیف

محقق عصر، تاج الفقہا، حضرت، علامہ

مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب دام ظلہ العالی

صدر شعبۂ افتاء واستاذ فقہ و معقولات دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی، قاضی شریعت

ضلع سنت کبیر نگر، یوپی، ورکن، شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

ناشر

کتب خانہ امجدیہ دہلی

نام کتاب : آداب امامت

تصنیف : محقق عصر تاج الفقہا حضرت علامہ مفتی اختر حسین قادری دام ظلہ العالی
صدر شعبۂ افتا و استاذ فقہ و معقولات دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی بستی

پروف ریڈنگ : حافظ و قاری مفتی محمد ارشد رضا امجدی، اوجھا گنج، بستی

باہتمام : مولوی محمد ابو قحافہ رضوی امجدی، حافظ محمد ابو قتادہ رضوی

کمپوزنگ : افضل حسین بستوی، دہلی

سن طباعت : صفر المظفر ۱۴۴۱ھ، اکتوبر ۲۰۱۹ء

بموقع : ۱۰۱/رواں عرس سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ

ناشر : مکتبہ علیمیہ، خلیل آباد، سنت کبیر نگر (یوپی)

تقسیم کار : کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-۶

تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت : ۹۰ روپئے

ملنے کے پتے

- رضوی کتاب گھر، مٹیا محل، دہلی
- مکتبہ امام اعظم، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
- المجمع النورانی، دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
- مکتبہ رحمانیہ، درگاہ اعلیٰ حضرت محلہ سوداں گراں، بریلی شریف
- عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، چار مینار، حیدر آباد
- قادری کتاب گھر، نزد ٹاؤن کلب، پکہ بازار بستی

اجمالی فہرست

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلام میں نماز کی اہمیت و عظمت کس درجہ ہے، یہ ہر مسلمان جانتا ہے مگر آج اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں مسلمانوں کی بے اعتنائی اور لا پرواہی بھی قابل صد ہزار افسوس اور ناقابل معافی جرم کی حد تک ہے، یوں ہی منصب امامت پر فائز حضرات کی قدر و منزلت کو شریعت اسلامیہ نے جس واشگاف طریقہ سے بیان فرمایا ہے وہ بھی مانند آفتاب روشن ہے، لیکن معاشرہ میں اس جلیل القدر جماعت کے حوالے سے جو رویہ اور برتاؤ اپنایا جاتا ہے وہ بھی حد درجہ قابل مذمت، باعث ملامت اور لائق اصلاح ہے۔

اس موضوع پر غور و فکر کے بعد یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ مسلم معاشرہ میں پھیلی جہالت اسلامی اقدار و تعلیمات سے دُوری کے ساتھ ہی ائمۂ کرام کی اپنی منصبی ذمہ داری سے بے توجہی نے آج یہ ماحول برپا کر رکھا ہے اور امت مسلمہ نماز جیسی عظیم الشان عبادت سے متعلق امور اور ضروری مسائل کے بارے میں بے علم اور افراط و تفریط اور لاقانونیت کا شکار ہو کر رہ گئی ہے اور کثیر حضرات نمازی ہونے کے باوجود حقیقت میں بے نمازی ہیں۔

اسی احساس اور جذبے نے پیش نظر کتاب کی ترتیب پر مجبور کیا اور بے شمار ہموم و غموم کا شکار ہوتے ہوئے بحمدہ تعالیٰ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

اس امید و آس کے ساتھ کہ مسلمان، خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت عمدہ اور

بہتر طور پر کریں۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کریں اور رب کائنات کی بارگاہ میں مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والے ائمہ حضرات کی عزت وحرمت ملحوظ رکھیں اور خود یہ باوقار طبقہ بحسن وخوبی معاشرہ کے لئے اہم کردار ادا کرے، اپنی ذمہ داری کو نبا ہے، قوم کی صحیح نمائندگی کرے اور دارین کی سرخروئی حاصل کرے۔

دُعا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ اپنے حبیب لبیب سیدنا محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل فقیر کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور ذریعۂ فلاح دارین بنائے۔ آمین

محمد اختر حسین قادری غفرلہٗ

۵ رصفر المظفر ۱۴۴۱ھ

سعادتِ انتساب

محسن کائنات، معلم دوجہاں، امام الاوّلین
والآخرین، خاتم النبیین، حامل لواء الحمد، شفیع
المذنبین، انیس الغریبین، جانِ عالمین، رحمۃ للعلمین
سیدنا و مولانا و ماوٰنا وملجانا
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اسم معظم سے
منسوب کرنے کی سعادت و برکت حاصل کرتا ہوں

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف
گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے کوئے طیبہ
محمد اختر حسین قادری غفرلہ

نذر عقیدت

امام الائمہ، کاشف الغمہ، سراج الامہ

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ

کی بارگاہ نور و خیر میں

بطور نذر عقیدت ایک گدا کی یہ حقیر کاوش حاضر ہے

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

گدائے در امام اعظم رضی اللہ عنہ

محمد اختر حسین قادری غفرلہ

شرف تہدیہ

آیۃ من آیات رب العٰلمین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین، واقف رموز طٰہٰ ویٰسین، عالم علوم افلاک وارضین، مجدد دین مبین، حامی شرع متین، کاشف اسرار فقہ، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت کنز الکرامت

سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی عنہ

ربہ القوی۔ ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۴۰ھ

کے دربار پر انوار میں

ایک ادنیٰ سوالی بطور ہدیہ اسے پیش کرتا ہے اور امید قبولیت رکھتا ہے

اوروں کی طرف پھینکے ہیں گل اور چمن بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

فقیر بارگاہ رضا
محمد اختر حسین قادری غفرلہ

خراج عقیدت

استاذ الفقہا، صاحب تصانیف کثیرہ، شیدائے اعلیٰ حضرت،
عاشق صدر الشریعہ، زاہد بے ریا، ناشر اسلام وسنت
حضرت علامہ فقیہ ملت **مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہٗ**
ولادت: ۱۳۵۲ھ وفات: ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

(اور)

جامع منقولات ومعقولات، ماہر رضویات، استاذ الاساتذہ،
عزت مآب، حضرت بابرکت، استاذ کریم، امام العلما
حضرت علامہ مفتی **محمد شبیر حسن رضوی** دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الحدیث: الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد
کی بارگاہ علم وفضل میں

گر قبول افتد زہے عز وشرف

قدم بوس

محمد اختر حسین قادری غفرلہ

کلمات تشکر

لاکھوں گلدستۂ شکر و ثنا نذر ہے اپنے ان اساتذۂ کرام کی بارگاہ میں
استاذ العلما، علامہ محمد نعمان خان علیہ الرحمہ والرضوان
استاذ الاساتذہ، علامہ وصی احمد وسیم صدیقی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی
کرم گستر، علامہ محمد ایوب رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی
کرم نواز، علامہ شاکر علی عزیزی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی
جامع علوم وفنون، علامہ محمد بخش اللہ قادری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی
پیکر شفقت، مولانا فصیح اللہ اعظمی علیہ الرحمہ والرضوان
اساتذۂ جامعہ اسلامیہ روناہی، فیض آباد

اور

شیخ القرآن، علامہ عبد اللہ خاں عزیزی علیہ الرحمۃ والرضوان
جامع معقول ومنقول، علامہ محمد اقبال احمد قادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی
فاضل جلیل، علامہ محمد مسیح احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی
مربیٔ مکرم حضرت علامہ محمد تفسیر القادری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی
اساتذۂ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیاز مند

محمد اختر حسین قادری غفرلہ

تاثر جلیل

مناظر اہلسنّت، قاطع شرک و بدعت، خلیفۂ تاج الشریعہ و معتمد حضور محدث کبیر
حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی شمشاد احمد برکاتی مصباحی صاحب دام ظلہ العالی
استاذ و مفتی: طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی شریف، مئو (یوپی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

زیر نظر کتاب ''آداب امامت'' امامت کے موضوع پر فقیر کی نظر میں اپنی نوعیت کی منفرد و بے مثال کتاب ہے جو عوام اہل سنت خصوصاً ائمہ مساجد کے لئے بیش قیمت دینی و فقہی معلومات کا سرمایہ ہے جسے چند صفحات میں بڑے سلیقے اور حسین انداز میں محفوظ کیا گیا ہے، اس کے مرتب میرے دیرینہ رفیق و کرم فرما، فقیہ بے بدل، محقق عصر، مناظر اہل سنت، خطیب دوراں حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری مدظلہ العالی ہیں جو دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی میں صدر شعبۂ افتاء کے منصب جلیل پر فائز ہیں۔ وہاں کے اساتذہ میں اپنے تبحر علمی، وسعت مطالعہ، ژرف نگاری اور تصلب فی الدین میں نمایاں شان رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی پرزور ترجمانی اور اس کا دفاع ان کی زندگی کا نصب العین ہے، بدمذہبوں کا رد و ابطال اور ان سے دلی نفرت و بیزاری ان کا طرۂ امتیاز ہے بلکہ کبھی کبھی انہیں وجوہ سے آزمائشوں کے شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ (حفظہ اللہ تعالیٰ عن الشرور و الفتن)

مفتی صاحب موصوف کا اصرار ہے کہ میں مذکورہ بالا کتاب پڑھ کر اس پر اپنا تاثر

لکھوں حالاں کہ میں اپنی کم مائیگی اور عدیم الفرصتی کے سبب اس پر کما حقہ تبصرہ سے قاصر ہوں، پھر بھی جو کچھ میں نے پڑھا اور محسوس کیا، وہ اختصار کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے۔

زیر نظر کتاب سو ۱۰۰ اصفحات سے کچھ زائد پر مشتمل ہے۔ کمیت میں یہ کتاب اگر چہ مختصر ہے مگر کیفیت میں اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ اگر اس کے مسائل مستحضر ہو گئے تو ائمہ حضرات کو بڑی کتابوں سے کافی حد تک بے نیازی حاصل ہو جائے گی۔

زیر نظر کتاب مندرجہ ذیل چھ ابواب پر مشتمل ہے:

(۱) فضائل و مسائل نماز و مسجد

(۲) فضائل و مسائل امامت و جماعت

(۳) مسائل صف بندی

(۴) مسائل امامت پنجگانہ و جمعہ وعیدین

(۵) مسائل دعا و صلوٰۃ وسلام

(۶) مسجد کے اراکین و مصلیان اور ان کی ذمہ داریاں

مذکورہ بالا ہر باب کے فضائل کے تحت آیات واحادیث مع ترجمہ وحوالہ درج ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ باب سے متعلق کثیر دینی ضروری مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں جو عام نمازیوں بالخصوص ائمہ مساجد کے حق میں بے حد مفید و کارآمد ہیں جن کی رعایت ولحاظ کرنے پر نماز و امامت و اقامت جمعہ وعیدین کی صحت موقوف ہے اور غفلت و بے توجہی کراہتِ نماز بلکہ فسادِ نماز کا سبب بھی ہو سکتی ہے۔

کتاب مذکور میں بہت سارے جدید مسائل بھی موقع ومحل کی مناسبت سے ذکر کر دئے گئے ہیں جن سے نہ صرف کتاب کی افادیت دوبالا ہو جاتی ہے بلکہ مصنف کی اخاذ طبیعت وفقہی بصیرت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

کتاب کے اخیر میں اراکین ومتولیان مسجد کے لئے "الدين النصيحة" کے تحت نہایت بیش قیمت اور واجب اللحاظ مشورے بھی تحریر کر دئے گئے ہیں جن پر عمل درآمد سے نمازیوں اور اماموں کی بہت سی شکایات ومشکلات کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور مساجد

جو خالص اللہ کی ملکیت ہیں اور اس کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں، فتنہ وفساد وتفرقہ بازی کے ماحول سے پاک ہوجائیں گی۔ اور ائمہ مساجد بھی اراکین مساجد کے نامناسب رویہ اور نمازیوں کی بے جا تنقید سے محفوظ ہوجائیں گے اور اس طرح پوری دل جمعی کے ساتھ ائمہ واراکین مسجد اللہ کے گھر کی بے لوث خدمت کر کے وقار زندگی وثواب اخروی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

میں نے پوری کتاب کا مطالعہ کرلیا ہے اور ناظرین سے بھی گزارش ہے کہ پوری کتاب پڑھیں، پوری کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، کتاب کا اسلوب نہایت دلکش، انداز تحریر بے حد شگفتہ اور مسائل کا انتخاب خوب سے خوب تر ہے۔ مصنف نے اس کتاب کا نام موضوع کے اعتبار سے ''آداب امامت'' رکھا ہے مگر نتیجے کے اعتبار سے میری نظر میں یہ کتاب ''بہار امامت'' ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام ومقبول انام بنائے اور اس کے مؤلف کو دارین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین ﷺ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

شمشاد احمد مصباحی

خادم جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

۵ رصفر المظفر ۱۴۴۱ھ

مطابق ۵ راکتوبر ۲۰۱۹ء

بروز سنیچر، بوقت ۱۲ ربجے دن

رائے گرامی

فاضل جلیل، ناشر احادیث خیر الانام، حضرت مولانا محمد کوثر امام قادری زیدت معالیہم
استاذ: دار العلوم قدوسیہ فخر العلوم پرسونی بازار، مہراج گنج

پیش نظر رسالہ ''آداب امامت'' کے مصنف تاج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری کو وسعتِ مطالعہ، فقہی تبحر، ادلۂ شرعیہ پر گہری نگاہ، فقہا و مجتہدین کے اقوال و فرمودات پر غائرانہ نظر، شرعی علل و مصالح تک رسائی، فقہ و فتاوی، جدید و قدیم مسائل کے حل میں درک و ملکہ جیسی چیزیں، معاصر مفتیان کرام میں تفوق و امتیاز فراہم کرتی ہیں، لیکن حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فیضان کرم اور حضور محدث کبیر دام ظلہ العالی کی خصوصی نگاہ عنایت نے نہ صرف یہ کہ استناد و اعتماد اور اعتباریت کی سند عطا کر دی ہے بلکہ شہرت و بلندی اور عوام و خواص میں مقبولیت کی دولت سے بھی ہمکنار کر دیا ہے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے موصوف کو اپنی رحمتوں سے خوب نوازا ہے۔ میدان مناظرہ میں جب اپنے مخالف کو شیر ببر کی طرح گھن گرج آواز میں للکارتے ہیں تو اس وقت آپ کا استحضار علمی اور برجستگی قابل دید ہوتی ہے۔ خطابت میں ایک ایک جملہ خود اعتمادی، طمانیت قلبی، استحکامِ فکری پر دلیل ہوتا ہے۔ اسلوب بیان، انداز پیشکش اور مدلل گفتگو اچھے اچھے کج کلاہانِ فکر و نظر کو متاثر کر کے چھوڑتی ہے۔ فقہی سمیناروں میں جدید مسائل پر گفتگو، رد و اثبات، تعلیل و توجیہ، تشریح و توضیح، فیضان رضا کی جلوہ سامانی سے عبارت ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی، دینی تصلب، عزم و احتیاط آپ کی زندگی کے تابناک پہلو ہیں جن سے فقیہ ملت

علیہ الرحمہ کی صحبت کا اثر ہویدا ہے۔

موصوف نے متعدد علمی، فکری اور فقہی تصنیفات سے قوم کو نوازا ہے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، اسی سلسلے کی ایک حسین کڑی پیش نظر رسالہ ''آداب امامت'' ہے۔

منصب امامت ایک بڑی ہی اہم چیز ہے۔ امام کی ذمہ داری صرف یہ نہیں ہوتی کہ وہ صحیح، صحیح نماز پڑھادے اور فرصت مل گئی بلکہ عوام کو دینی دعوت دینا، شرعی احکام ومسائل سے آگاہ کرنا، مذہبی ومسلکی مسائل پر توجہ دینا اور عوام کی رہنمائی کرنا، اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ امام اگر ایک طرف اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہے تو دوسری طرف عوام کی عدالت میں بھی بروقت اس کا احتساب ہوتا ہے۔ اسے ایک طرف یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ نماز صحیح طور سے ادا ہو تو دوسری طرف یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ امامت کی جگہ کہیں ہاتھ سے نہ چلی جائے یعنی نماز اور جائے نماز دونوں کی حفاظت اسی کے سر ہے۔ یہاں ایک چیز عرض کردوں کہ طبقاتِ علما وخدامِ دین میں سب سے زیادہ عوامی تنقید کا نشانہ ائمۂ مساجد ہی بنتے ہیں۔

آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ مرشد کی زندگی عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں گزرتی ہے۔ پیر چاہے جتنی بڑی، مذہبی، مسلکی، اعتقادی وشرعی خطا کا مرتکب ہو، اس کے مریدین روحانیت کی منزلیں اور تصوف کے مقامات سلب ہونے کے خوف سے پیر پر انگشت نمائی نہیں کرسکتے بلکہ طرح طرح کے حیلے حوالے اور تاویل کے ذریعے مرشد کی شرعی خامیوں پر روحانیت اور الہام والقا کا پردہ ڈالنا معراجِ صوفیت تصور کرتے ہیں۔

اساتذہ اور اصحاب تدریس کے سامنے خوف زدہ طلبا کی دست بستہ جماعت حاضر رہتی ہے، اگر اساتذہ کی بداعتقادی اور فکری کج روی بھی ظاہر ہوجائے تو طالب علم اس کے خلاف سانس بھی نہیں لے سکتا۔ کیوں کہ خارجہ کی شکل میں وہ ناک ہی کاٹ دی جائے گی جس سے وہ سانس لے رہا تھا۔ لامحالہ ہر محاذ پر سر اطاعت ختم کرنا ایک مجبوری ہے۔

قلم کار مصنفین ومؤلفین کے مقدر میں تنہائی وانفرادیت ہے، یہ عوام سے دور کسی

گمنام گوشۂ عزلت میں قرطاس وقلم سنبھالے ہوئے پرورشِ لوح وقلم میں مشغول ومگن ہیں۔ گویا یہ تینوں طبقات عوام کی تنقیدی نگاہوں سے کافی دُور ہوتے ہیں جب کہ ائمہ مساجد براہِ راست عوام سے مربوط ہوتے ہیں۔ صبح وشام لوگوں کی نگاہیں امام مسجد کی سیرت وصورت کا تعاقب کرتی رہتی ہیں۔

یہ معلوم حقیقت ہے کہ عوام خواہ جتنی بھی بری اور جس قدر بھی برائیوں میں غوطہ زن ہو بہر حال وہ اپنے امام وپیشوا کو بہتر اور اعلیٰ دیکھنا چاہتی ہے۔ اپنے امام ورہنما کے بارے میں اعلیٰ سوچ، بلند خیال اور عمدہ تصور رکھتی ہے۔ رزالت وسفاہت، صفت، افراد کے سوا عام مسلمان اماموں کو فرشتہ صفت تصور کرتے ہیں اور اسی تصور کے ساتھ اپنے ائمہ سے عقیدت ومحبت وابستہ رکھتے ہیں، ایسی صورت میں اگر امام کی کوئی ایسی صفت ظاہر ہوئی جو ان کے تصورات سے متصادم ہے تو ظاہر ہے کہ ان کی طرف سے اچھا یا برا کچھ نہ کچھ ردعمل بھی ظاہر ہوگا اور ہوتا رہتا ہے۔ اور جب یہ امر واقعہ ہے تو امام کو چاہئے کہ اپنے اندر وہ اوصاف وخصائل پیدا کرے جس کے سبب وہ منصب امامت کی عظمت وبرتری کو محفوظ رکھ سکے اور تضاد وتصادم کی صورت میں امام ہی کے حق میں اچھے نتائج کا ظہور ہو۔

منصب امامت کی نزاکت، امام کے اوصاف، اراکین کمیٹی کی ذمہ داریاں، امامت کے شرعی واخلاقی مسائل فتاوی رضویہ، فتاوی امجدیہ، فتاوی فیض الرسول، فتاویٰ علیمیہ اور بہار شریعت میں جزئیات در جزئیات کے ذخائر موجود ہیں۔ لیکن امام صاحب کو کب فرصت کہ وہ ان کتابوں سے سارے مسائل حاصل بھی کریں اور ان پر عمل بھی کریں اور وہ بھی ایسے زمانے میں جب کہ ہر شخص ضروری وغیر ضروری ہر طرح کے مشاغل میں اس قدر مصروف ہے کہ اللہ واسطے چند لمحات نکالنا مشکل ہے جس کے اثرات سے آئے دن نگاہیں دو چار ہو رہی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ جنہوں نے امامت کے آداب ومسائل پر یہ گراں قدر علمی رسالہ تالیف کر کے بڑی بڑی کتابوں سے بے نیاز کر دیا اور اِس میں دیئے گئے تجاویز ومشورے اس پر مستزاد ہیں۔ ائمہ کرام کے

ساتھ ساتھ طلبائے علوم دینیہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کریں اور اسے عملی دنیا میں جاری کریں۔

مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مصنف کے علم و عمل اور خدمت دینی میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ صلاۃ و تسلیم۔

محمد کوثر امام قادری

دار العلوم قدوسیہ فخر العلوم، پرسونی بازار، مہراج گنج

۹ر صفر المظفر ۱۴۴۱ھ

فہرست مضامین

باب اوّل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فضائل و مسائل نماز

ایمان و عقیدہ کی درستگی کے بعد تمام فرائض و احکام الٰہی میں سب سے اہم فرض نماز ہے۔ قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور ارشادات ائمہ دین اس کی عظمت و اہمیت سے مالا مال ہیں اور کتب دینیہ اس کی تاکید سے بھری ہوئی ہیں، جا بجا اس کو قائم کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے اور ترک کرنے والوں کو سخت سزائیں سنائی گئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝٢ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۝٣ (سورۃ البقرہ: ۲-۳)

ترجمہ: اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔ (کنز الایمان)

اور فرمان خداوندی ہے:

اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ۝٤٣ (البقرۃ: ۴۳)

ترجمہ: نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

ارشاد الٰہی ہے:

حٰفِظُوۡا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰى ۚ وَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ

قٰنِتِیْنَ﴿۲۳۸﴾ (البقرہ:۲۳۸)

ترجمہ: نگہبانی کرو سب نمازوں اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

یہ آیات مبارکہ نماز قائم کرنے کی تاکید کر رہی ہیں اور اب بعض ان آیات کو ملاحظہ کریں جو نماز ترک کرنے والوں کی حالت کا پتہ دے رہی ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴿۴۵﴾ (البقر:۴۵)

ترجمہ: اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگران پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ﴿۴﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴿۵﴾ (الماعون:۵،۴)

ترجمہ: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴿۵۹﴾ (مریم:۵۹)

ترجمہ: تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غیّ کا جنگل پائیں گے۔

یہ چند آیات مبارکہ درج کی گئیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ نماز نہایت اہم و اعظم فرض ہے اور اسلام کا عظیم ترین رکن ہے۔ ان آیات کے بعد آیئے چند احادیث نبویہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اَلصَّلٰوةُ خَيْرُ مَوْضُوْعٍ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّسْتَكْثِرَ مِنْهَا

فَلْيَسْتَكْثِرْ۔" (سنن ابوداؤد:۱/۶۱)

ترجمہ: نماز سب سے بہتر حکم الٰہی ہے تو جس سے ہو سکے اس کو بکثرت انجام دے۔

اور ارشاد فرماتے ہیں:

"خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللهُ عَلَى الْعِبَادِ فَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ فَلَمْ يُضِعْ مِنْهُنَّ شَيْئًا اِسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ كَانَ لَهُ عِنْدَ اللهِ عَهْدٌ اَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَّمْ يَأْتِ بِهِنَّ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى عَهْدٌ، اِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَ اِنْ شَاءَ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ۔" (سنن ابوداؤد:۱/۶۱)

ترجمہ: پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہیں تو جو شخص ان کو اس طرح بجالائے کہ ان کے حقوق کو کم کرتے ہوئے کبھی بھی ضائع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا عہد ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے اور جو شخص ان کے حقوق کے ساتھ انہیں نہ بجالائے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا کوئی عہد نہیں، چاہے تو اسے عذاب دے یا چاہے تو جنت میں داخل کرے۔

ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

مَا مِنْ صَبَاحٍ وَلَا رَوَاحٍ اِلَّا وَبِقَاعُ الْاَرْضِ يُنَادِيْ بَعْضُهَا بَعْضًا يَا جَارَةُ هَلْ مَرَّ بِكِ الْيَوْمَ عِنْدَ صَالِحٌ صَلّٰى عَلَيْكِ اَوْ ذَكَرَ اللهَ فَاِنْ قَالَتْ نَعَمْ رَأَتْ لَهَا بِذَالِكَ فَضْلًا۔

(مجمع الزوائد:۲/۶)

ترجمہ: کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں مگر یہ کہ روئے زمین کا ایک حصہ دوسرے حصے کو ندا دیتا ہے کہ اے پڑوسی! کیا آج تجھ پر سے ایسا نیک بندہ گزرا ہے جس نے تجھ پر نماز پڑھی ہے یا اللہ کا ذکر خیر کیا ہے تو اگر وہ کہتی ہے ہاں تو زمین کا یہ حصہ اس کی فضیلت کی وجہ سے اس پر رشک کرتا ہے۔

اور ایک مقام پر ارشاد نبوی ہے:

"عَنْ فُضَالَةَ الزَّهْرَانِي رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيْمَا عَلَّمَنِي وَحَافِظْ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ۔ (سنن ابوداؤد: ۱/۶۱)

ترجمہ: حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم دی تو جن چیزوں کی مجھے تعلیم دی تھی، اس میں یہ بھی تھا کہ پانچ نمازوں کی پابندی کرو۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

اَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ اللهُ تَعَالىٰ فِي الْاِسْلَامِ فَمَنْ جَاءَ بِثَلٰثٍ لَمْ يُغْنِيْنَ عَنْهُ شَيْئًا حَتّٰى يَأْتِيَ بِهِنَّ جَمِيْعًا، اَلصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَحَجُّ الْبَيْتِ۔ (مسند امام احمد بن حنبل: ۴/۲۰۱)

ترجمہ: چار چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض فرمایا ہے جو ان میں سے تین بجا لائے وہ اسے کسی شئ کا فائدہ نہیں دیں گے حتیٰ کہ تمام کو بجالائے، وہ نماز، زکوٰۃ، روزۂ رمضان اور حج کعبہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد نبوت وارد ہے:

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا بَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ۔"

(مشکوٰۃ المصابیح: ص ۵۸)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور کفار کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز کا ہے تو جس نے اسے چھوڑا، اس نے کفر کیا۔

ان آیات واحادیث کے علاوہ بے شمار آیات واحادیث سے مانند آفتاب واضح ہے کہ نماز اسلام کا سب سے اہم فریضہ اور سب سے افضل واعلیٰ عبادت ہے۔ قرآن کریم میں تقریباً سو مرتبہ سے زیادہ نماز کا تذکرہ اور اس کی ادائیگی کی تاکید آئی ہے اور اس کے ادا

کرنے میں سستی اور کاہلی نفاق کی علامت حتیٰ کہ اس کے ترک کو کفر کی نشانی فرمایا گیا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ خاص کر نماز پڑھنے کی سخت تاکید فرمائی اور اس کو چھوڑنے والے پر کفر کا ڈر ظاہر فرمایا۔

ضروری مسائل

(۱) بلکہ بہت سے صحابہ کرام کا مسلک یہی تھا کہ تارک نماز کافر ہے۔ بعض ائمہ مجتہدین مثلاً حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل اور امام نخعی کا بھی یہی ارشاد ہے، البتہ ہمارے امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ اور دیگر کثیر ائمہ وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تارک نماز کو کافر نہیں کہتے، ہاں سخت فاسق وفاجر مانتے ہیں۔

(۲) ہر مکلف یعنی عاقل و بالغ پر نماز فرض عین ہے، اگر کوئی مسلمان نماز کو فرض نہ مانے تو وہ کافر ہے اور جو قصداً بلا عذر شرعی چھوڑ دے، اگرچہ ایک بار ایسا کرے تو وہ فاسق ہے، جو نماز نہ پڑھتا ہو اسے جیل میں قید کر دینے کا حکم ہے، جب تک کہ نماز نہ پڑھنے لگے بلکہ تینوں ائمہ کرام کے نزدیک بادشاہ اسلام کو اسے قتل کر دینے کا حکم ہے۔

(در مختار مع رد المحتار: ۶/۲)

(۳) مسلمان بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنا سکھایا جائے اور جب دس برس کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو سختی سے پڑھوانی چاہئے۔

(جامع الترمذی: ۱/۴۱۶)

(۴) نماز کا مذاق اڑانا یا نمازی کو گالی دینا اور نمازی کی تحقیر و توہین کرنی کفر ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ "نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں"، اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اس کہنے سے وہ شخص کافر ہو گیا، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔"

(فتاویٰ رضویہ: ۶/۱۷۵)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''وہ گالی جو اس نے نماز پڑھنے والے کو دی، ضرور کلمہ کفر ہے، اس پر فرض ہے کہ نئے سرے سے مسلمان ہو پھر عورت کو رکھنا چاہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرے۔'' (فتاویٰ رضویہ، ۶/۱۸۸)

(۵) نماز، مجنوں، نابالغ اور حیض ونفاس والی عورت سے معاف ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری: ج:۱،ص:۵۱)

جو لوگ بلا عذر شرعی نماز نہیں پڑھتے، وہ غور کریں کہ وہ ان چاروں میں سے کس میں ہیں۔ اگر چاروں میں سے کسی میں نہیں ہیں تو آج ہی سے نماز کا اہتمام کر کے گناہ سے بچیں۔

فضائل ومسائل مسجد

قرآن مجیداوراحادیث طیبہ کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ اسلامی زندگی کے لئے مسجد ایک بنیادی ضرورت ہے۔اس کی عظمت واہمیت کا حال یہ ہے کہ اس کائنات میں سب سے پہلا گھر مسجد ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۶ (آل عمران:۹٦)

ترجمہ: بے شک سب میں پہلا گھر جولوگوں کی عبادت کومقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہاں کا راہنما۔

مسجد کی قدرومنزلت اوراس کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ وَشَرُّ الْبِقَاعِ الْاَسْوَاقُ۔ (المستدرک للحاکم:۱/ ۹۰)

ترجمہ: تمام روئے زمین میں سب سے بہترین جگہ مساجد ہیں اور پوری روئے زمین میں سب سے بری جگہ بازار ہے۔''

ایک مقام پرفرمایا:

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔ (سنن ابن ماجہ:۱/۵۴)

ترجمہ: جس نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد تعمیر کی اللہ اس کے لئے جنت میں ویسا ہی گھر تیار کرے گا۔

ایک حدیث مبارک میں ہے:

اِنَّ بُیُوْتَ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ اَلْمَسَاجِدُ وَ اِنَّ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَنْ یُّکْرِمَ مَنْ زَارَ فِیْہِ۔ (مجمع الزوائد:۲/۲۲)

ترجمہ: روئے زمین میں مساجد اللہ کا گھر ہیں اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پہ ہے کہ جو شخص اس کی زیارت کرے اسے عزت بخشے۔

ایک حدیث شریف یوں وارد ہے:

بَشِّرِ الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (سنن ابن ماجہ:۱/۸۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اندھیرے میں مسجد جانے والوں کو قیامت کے روز کامل نور کی بشارت سنادو۔

ایک حدیث شریف میں ہے:

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمَارِیَاضُ الْجَنَّۃِ؟ قَالَ: اَلْمَسَاجِدُ۔ (جامع الترمذی ۲/۱۸۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات سے ہوکر گزرو تو اس میں داخل ہوجاؤ تو میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ریاض الجنۃ کیا ہے؟ تو فرمایا مساجد۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ ھٰذِہِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَیْءٍ مِّنَ الْقَذَرِ وَالْبَوْلِ وَالْخَلَاءِ وَاِنَّمَا ھِیَ لِقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃِ۔ (مسند امام احمد بن حنبل: ۳/۹۱)

ترجمہ: یہ مساجد بول و براز اور گندگی کے لیے نہیں ہوتیں بلکہ یہ تو قراءت

قرآن، ذکر خدا اور نماز کے لیے ہی ہوتی ہیں۔

ان ارشادات کے علاوہ بے شمار اقوال وہدایات مسجد کی عظمت وفضیلت میں وارد ہیں جن کے مطالعہ سے ایمان کو تازگی نصیب ہوتی ہے۔

قابل توجہ اُمور

(۱) دنیا بھر کی تمام مسجدوں میں سب سے افضل مسجد حرام شریف ہے، پھر مسجد نبوی پھر مسجد قدس (بیت المقدس) پھر مسجد قبا، پھر جامع مسجد، پھر محلہ کی مسجد، پھر راستہ پر بنی مسجد۔ (ردالمحتار: ۲/۵۲۱)

(۲) محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے، اگرچہ وہاں جماعت میں کم لوگ رہتے ہوں۔ (صغیری: ص: ۳۰۲)

(۳) جس کے کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہو، اسے مسجد میں جانا جائز نہیں ہے۔ یونہی نجاست لے کر مسجد میں جانا بھی حرام وگناہ ہے۔ (ردالمحتار: ۲/۵۱۷)

(۴) مسجد میں کچا لہسن و پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک کہ بو کو ختم نہ کر لیا جائے، اسی طرح مولی کھانا یا مٹی کا تیل لے جانا، ماچس جلانا اور کوئی بدبودار دوا لگا کر جانا کوڑھی اور سفید داغ والے کا جانا بھی منع ہے اور اسی حکم میں وہابی دیوبندی وغیرہ تمام بدمذہب ہیں کہ ان کو بھی مسجد اہل سنت میں آنے سے روکا جائے۔ (ردالمحتار: ۲/۵۲۵، فتاویٰ رضویہ وبہار شریعت)

(۵) مسجد میں بھیک مانگنا حرام ہے اور مانگنے والے کو مسجد میں دینا بھی منع ہے۔ (ردالمحتار: ۲/۵۲۳)

(۶) کار خیر کے لئے مسجد میں چندہ مانگنا درست ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "امور خیر کے لئے چندہ کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ (۶/۴۶۰)

(۷) مسجد میں نعت ومنقبت اور حمد وثنا کے اشعار پڑھنا جائز ہے۔ (ردالمحتار: ۲/۵۲۳)

(۸) مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:۳،ص:۶۰۰)

(۹) مسجد میں بغیر اعتکاف کی نیت کے کھانا سونا، دنیاوی جائز بات کرنا بھی ناجائز ہے۔ (ردالمحتار: ۵۲۵/۲)

(۱۰) مسجد میں تنخواہ لے کر تعلیم دینا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ۴۴۶/۶)

(۱۱) لیکن اگر بدمذہب فرقے بچوں کے عقائد خراب کر رہے ہوں اور سنیوں کے پاس مسجد سے الگ مدرسہ قائم کرکے اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا بندوبست نہیں ہے اور نہ ہی فی الحال اس کی استطاعت ہے تو بوجہ ضرورت مسجد میں عقائد اہلسنت اور اعمال دینیہ کی تعلیم تنخواہ لے کر دینا بھی درست ہے۔ مگر یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک استطاعت نہ ہو، اگر دوسرا انتظام ہوسکتا ہو تو اب اجازت نہیں ہوگی۔

(فتاویٰ علیمیہ: ۵۱۲/۲)

(۱۲) مسجد بنانے کے لئے غیر مسلموں اور بدمذہبوں وہابیوں دیوبندیوں سے پیسہ نہ مانگا جائے لیکن اگر وہ دے دیں تو مسجد میں خرچ کرنا ناجائز نہیں۔ بشرطیکہ کسی مصلحت کے خلاف نہ ہو اور بچنا بہرحال بہتر ہے۔ (فتاویٰ علیمیہ: ج:۲،ص:۱۷۴)

(۱۳) گورنمنٹی زمین پر مسجد بنانا جائز ہے، یونہی گورنمنٹی فنڈ سے ملنے والی رقم مثلاً ایم پی، ایم ایل اے کی دی ہوئی رقم سے بھی مسجد بنانا صحیح ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ۴۶۰،۴۵۹/۶)

(۱۴) مسجد کے اردگرد کوڑا کرکٹ ڈالنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ علیمیہ: ج۱،ص:۲۴۵)

(۱۵) اگر مسجد کی رقم انڈیا کے گورنمنٹی بینک یا کسی انڈین غیر مسلم کے بینک میں جمع ہے تو اس سے جو زائد رقم ملے، اسے مسجد کے استعمال میں لانا درست ہے۔ علمائے اہلسنت کا یہی فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ علیمیہ: ۵۰۳/۲)

(۱۶) جو جگہ مسجد ہوگئی اب وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی، اسے مدرسہ وغیرہ میں بدلنا حرام وگناہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۴۹۰/۲)

(۱۷)　مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر نیچے جگہ نہ رہ جائے تو اوپر صف بندی کر سکتے ہیں۔ یونہی گرمی کے سبب بھی مسجد کی چھت پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۵/۳۲۲)

(۱۸)　مسجد اور اس کے صحن میں نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔
(فتاویٰ رضویہ: ج ۳، ص: ۵۸۲)

(۱۹)　جو مسجد فساد فی الدین اور تفریق بین المومنین کے لئے بنائی جائے، مثلاً وہابیوں کا اپنے فاسد عقائد کی نشر و اشاعت اور مسلمانوں کو وہابی دیوبندی بنانے کی نیت سے مسجد بنائی تو یہ ''مسجد ضرار'' ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: ۳، ص: ۵)

(۲۰)　مسجد کے اردگرد مسجد سے اونچا مکان بنانا منع نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ۳/۵۸۸)

(۲۱)　ایک مسجد کا سامان مثلاً لوٹا چٹائی وغیرہ کسی دوسری مسجد میں لے جانا ناجائز ہے۔
(فتاویٰ رضویہ: ج: ۶، ص: ۳۸۴)

(۲۲)　صرف ہوا لینے کے لئے مسجد کا پنکھا یا اے سی استعمال کرنا جائز نہیں۔ ہاں دینی کتابوں کا مطالعہ، فتویٰ نویسی، تلاوت قرآن وغیرہ امور خیر کے لئے مسجد میں رکنا اور پنکھا وغیرہ استعمال کرنا درست ہے۔

(۲۳)　مسجد کی جو چیزیں خراب ہوگئیں، ان کو بیچ کر دوسری کارآمد چیزیں مسجد کے لئے خریدنا درست ہے۔ (بحر الرائق: ۵/۲۵۲)

(۲۴)　کافر کو مسجد میں لانا اگر کسی ضرورت و مجبوری سے ہو تو جائز، ورنہ ناجائز ہے۔
(تفسیرات احمدیہ: ص: ۴۳۱)

(۲۵)　مسجد میں ایسی سجاوٹ جس سے نماز میں خلل پڑے درست نہیں ہے۔
(فتاویٰ علیمیہ: ج: ۲، ص: ۴۷۵)

(۲۶)　مسجد پر جھنڈا لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: ۳، ص: ۶۰۸)

(۲۷)　مسجد کی چھت پر موبائل فون وغیرہ کا ٹاور لگوا کر پیسہ وصول کرنا جائز نہیں۔ ذمہ داروں پر لازم ہے کہ اس طرح ٹاور لگانے سے پرہیز کریں۔ (فتاویٰ علیمیہ: ۲/۴۸۱)

(۲۸) مسجد میں رکھے ہوئے قرآن مجید اگر وہاں کام میں نہ لائے جارہے ہوں تو دوسری مسجد میں دے سکتے ہیں۔ (درمختار، ج:۶،ص:۲۵۷،۲۵۸)

(۲۹) مسجد کے اندر اذان دینا منع ہے خواہ اذان جمعہ ہو یا نماز پنجگانہ کی اذان ہو۔

(فتاوئ عالمگیری، ج:۱،ص:۵۵)

(۳۰) اگر گورنمنٹ نے مدرسہ کے نام پر کوئی زمین دی تو اس میں مسجد بنانا بھی درست ہے۔ (فیصلہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف)

(۳۱) معتکف کے حق میں مسجد، صحن مسجد اور فنائے مسجد بھی مسجد کے حکم میں ہے لہٰذا اگر معتکف وضو خانہ غسل خانہ، حجرۂ امام اور چپل جوتا اتارنے کی جگہ جائے تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ (فتاوئ علیمیہ، ج:۱،ص:۴۴۸)

(۳۲) بعض مقامات پر مجلس انتظامیہ مسجد کے پنکھے اور لائٹ کے لئے ایک وقت متعین کردیتی ہے اس میں حرج نہیں ہے، مصلحت مسجد کے تحت ایسا کیا جاسکتا ہے۔

(۳۳) بعض لوگ مسجد کے دروازہ پر بیڑی سگریٹ پی کر فوراً مسجد میں چلے جاتے ہیں جب کہ ابھی منہ میں بدبو رہتی ہے، یہ سخت ممنوع ہے۔

باب دوم

فضائل ومسائل امامت وجماعت

لفظ ”امامت“ عربی زبان کا کلمہ ہے جس کا مادہ "اَمٌّ" ہے۔ باب ”نصر“ سے مصدر مجہول ہے جس کا لغوی معنی ہے ”اتباع کیا جانا“۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے۔

الامامة مصدر المبنی للمجهول لان الامام هو المُتَّبَعُ ویدل علی ذلك تعریف ابن عرفة لها بانها اتباع الامام فی جزء من صلاته، ای ان یتبع بفتح المؤحدة (ج ۲، ص: ۲۸۴)

ترجمہ: امامت مصدر مجہول ہے کیونکہ امام وہ ہے جس کی اتباع کی جائے اور ابن عرفہ کی تعریف اس پر دلالت کرتی ہے کہ امامت نماز کے کسی حصہ میں امام کی اتباع کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی "یتبع" بفتح تاء کا معنی ہے اتباع کیا جانا۔

امامت کی دو قسمیں ہیں: (۱) امامت کبریٰ (۲) امامت صغریٰ۔

امامت کبریٰ کا مطلب ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت مطلقہ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی امور و معاملات میں شریعت کے مطابق تصرف عام کا اختیار رکھنا۔ اس امامت کی تفصیل علم کلام میں ہے۔ یہاں اس سے بحث نہیں۔

دوسری امامت امامت نماز ہے یعنی دوسرے کی نماز کا اس کی نماز کے ساتھ مربوط اور وابستہ ہونا۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

والصغری ربط صلاۃِ المؤتم بالامام (درمختار مع ردالمحتار: ۲/۲۴۲)

یعنی امامت صغریٰ مقتدی کی نماز کا امام کی نماز کے ساتھ مربوط ہونا ہے۔

منصب امامت بڑا عظیم ہے۔ اس کی اہمیت اور قدرت ومنزلت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم نے رب ذوالجلال کی بارگاہ میں اپنی اولاد میں سے امام بنانے کی دعا کی۔ قرآن کریم میں ہے:

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔ (البقرۃ: ۱۲۴)

ترجمہ: فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے۔

رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لِلْاِمَامُ وَالْمُؤَذِّنِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ صَلّٰی مَعَهُمَا۔

(کنز العمال: ۴/۱۲۸)

ترجمہ: امام اور موذن کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے کو ملا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْ سَرَّكُمْ اَنْ تُقْبَلَ صَلٰوتُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ۔ (المستدرک للحاکم: ۳/۲۲۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں خوشی ہو کہ تمہاری نماز قبول کی جائے تو چاہیے کہ تمہارے بہتر تمہاری امامت کریں۔

ایک مقام پر ہے:

اِنْ سَرَّكُمْ اَنْ يَّقْبَلَ اللّٰهُ صَلٰوتَكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ فَاِنَّهُمْ

دوسری امامت امامت نماز ہے یعنی دوسرے کی نماز کا اس کی نماز کے ساتھ مربوط اور وابستہ ہونا۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

والصغری ربطُ صلاۃِ المؤتم بالامام (درمختار مع ردالمحتار: ۲/ ۲۴۲)

یعنی امامت صغریٰ مقتدی کی نماز کا امام کی نماز کے ساتھ مربوط ہونا ہے۔

منصب امامت بڑا عظیم ہے۔ اس کی اہمیت اور قدرت ومنزلت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم نے رب ذوالجلال کی بارگاہ میں اپنی اولاد میں سے امام بنانے کی دعا کی۔ قرآن کریم میں ہے:

قَالَ اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ (البقرۃ: ۱۲۳)

ترجمہ: فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے۔

رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لِلْاِمَامُ وَالْمُؤَذِّنِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ صَلّٰى مَعَهُمَا۔

(کنزالعمال: ۴/ ۱۲۸)

ترجمہ: امام اور موذن کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے کو ملا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْ سَرَّكُمْ اَنْ تُقْبَلَ صَلٰوتُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ۔ (المستدرک للحاکم: ۳/ ۲۲۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں خوشی ہو کہ تمہاری نماز قبول کی جائے تو چاہیے کہ تمہارے بہتر تمہاری امامت کریں۔

ایک مقام پر ہے:

اِنْ سَرَّكُمْ اَنْ يَّقْبَلَ اللهُ صَلٰوتَكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ فَاِنَّهُمْ

وَفْدُكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ۔ (حوالہ سابق)

ترجمہ: اگر تمہیں خوشی حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول کرے تو چاہیے کہ تمہارے بہتر تمہاری امامت کریں کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے سفیر ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث امامت کی فضیلت اور اس کی عظمت و رفعت کے متعلق وارد ہیں جن سے امامت کی اہمیت مثل آفتاب روشن ہے۔

امامت ایک عظیم امانت ہے اور امانت میں خیانت حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۲۷ (الانفال: ۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت۔ (کنز الایمان)

اسی لئے ہر کس و ناکس کو امامت کے لئے آگے کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اگر لوگوں نے کسی نااہل کو امام بنا دیا تو نماز بھی درست نہیں ہوگی اور امام بنانے والے بھی گناہ گار ہوں گے۔ غنیۃ المستملی میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون۔ (ص: ۳۱۷) یعنی اگر لوگوں نے کسی فاسق کو امامت کے لئے آگے کیا تو وہ سب گنہگار ہوں گے۔

اوپر حدیث پاک گزری کہ اگر تمہیں اس بات سے مسرت ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو اپنے میں سب سے بہتر کو امام بناؤ کہ وہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارا نمائندہ اور ترجمان ہوتا ہے۔

آپ اسے یوں سمجھیں کہ اگر پوری قوم اور جماعت کی کوئی بات حاکم تک پہنچانی ہے تو جماعت کے تمام حضرات کسی ایسے شخص کو منتخب کرتے ہیں جو بہترین طریقہ سے سب کی بات حاکم کے سامنے رکھ سکے یعنی اسے حاکم سے گفتگو کا سلیقہ بھی آتا ہو اور لوگوں کی بات کو اپنے بہترین انداز میں اسے بتانا بھی جانتا ہو، ساتھ ہی وہ شخص حاکم کی نظر میں مجرم بھی نہ ہو، حاکم اسے ناپسند بھی نہ کرتا ہو۔ اس لئے کہ اگر ایسا شخص قوم کی نمائندگی کرے گا

جو آداب گفتگو سے بے علم ہو، آداب بارگاہ سے ناواقف ہو، طریقۂ ملاقات سے بے خبر ہو طرز ادا سے نابلد ہو۔ مزید حاکم کا نافرمان ہو اور اس کی نظر میں مبغوض و معتوب بھی ہو تو اس کی بات مردود ہو جائے گی اور پوری قوم کی محنت ضائع ہو جائے گی۔

بس اسی طرح اگر کوئی فاسق و فاجر اور کافر و بے دین یا احکام شرع سے بے خبر، لوگوں کی نماز کا امام و مقتدا ہو گا تو سب کی نمازیں ضائع و برباد کر دے گا۔ اسی لئے علمائے دین نے امامت کے لئے متعدد شرطیں تحریر فرمائی ہیں۔ اگر وہ شرطیں پائی جائیں تو آدمی امام بن سکتا ہے ورنہ نہیں۔ ان شرطوں کی تفصیل کرتے ہوئے خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

واما شروط الامامة فقد عدّها فی نورالایضاح علی حدة فقال: و شروط الامامة للرجال الاصحاء ستة اشیاء: الاسلام والبلوغ والعقل والذکورة والقراء ة والسلامة من الاعذار کالرعاف والفافاة والتمتمة واللثغ وفقد شرط کطهارة سن عورة (ردالمحتار: ۲/ ۲۴۲)

ترجمہ: یعنی رہی امامت کی شرطیں تو نورالایضاح میں ان کو علیحدہ شمار کرتے ہوئے فرمایا! غیر معذور مردوں کی امامت کے لئے چھ شرطیں ہیں (۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عاقل ہونا (۴) مرد ہونا (۵) قراءت (۶) معذور نہ ہونا مثلاً نکسیر، فافاۃ (بار بار فاء کی آواز نکلنا) تمتمہ (تتلاہٹ) اور ہکلاہٹ اور کسی بھی شرط نماز کے مفقود ہونے سے محفوظ ہونا۔

اب ان شرائط کی تفصیل ملاحظہ کریں:

پہلی شرط کی تفصیل

مسلمان ہونا ہے یعنی تمام ضروریات دین پر ایمان رکھنا اور جملہ افعال و اقوال کفریہ سے دور رہنا ضروری ہے، لہٰذا جو شخص کسی بھی امر ضروری دینی کا انکار کرے تو وہ

لائق امامت نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اہلسنت وجماعت کے علاوہ کسی دوسرے فرقہ کا کوئی بھی فرد لائق امامت نہیں ہے۔ کیونکہ اہلسنت کے علاوہ سبھی فرقے لزومی یا التزامی طور پر کسی نہ کسی امر دینی ضروری کے ضرور منکر ومخالف ہیں تو وہ سب خواہ بطور فقہا یا بطور متکلمین کافر ہیں۔

مثلاً قادیانی، دیوبندی، رافضی، تبرائی، وہابی وغیرہ باطل فرقے ضروریات دین کے انکار کی بنا پر اسلام سے خارج ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

آج کل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے۔ (ج:٦،ص:۵۵)

اور شیعوں میں تفضیلی اور وہ شخص جو تمام ضروریات دین کو مانتا ہو مگر تقلید کا انکار کر کے غیر مقلد کہلاتا ہو، یہ سب اگرچہ بحکم متکلمین کافر مرتد نہیں، صرف گمراہ ہیں مگر بحکم فقہا ان پر بھی حکم کفر ہے، لہٰذا ان میں سے کوئی بھی امامت کا اہل نہیں ہے اور کسی کی اقتدا جائز نہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

مبتدع کی بدعت اگر حد کفر کو پہنچی ہو، اگرچہ عند الفقہا یعنی منکر قطعیات ہو اگرچہ منکر ضروریات نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے: کما فی فتح القدیر ومفتاح السعادۃ والغیاثیۃ وغیرھا کہ وہ ہی احتیاط جو متکلمین کو اس کی تکفیر سے باز رکھے گی اس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی۔

فان الصلاۃ اذا صحت من وجوہ و فسدت من وجہ حکم بفسادھا۔ (ج:٢،ص:٢٧٣)

حاصل کلام یہ ہے کہ امامت کی پہلی اور بنیادی شرط سنی صحیح العقیدہ ہونا ہے تو جو شخص کسی بھی بدعقیدہ فرقہ سے ہو، وہ شریعت مطہرہ کے نزدیک امامت کا اہل نہیں ہے اور اس کی اقتدا میں نماز ناجائز ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے:

وجملتہ ان من کان من اھل قبلتنا ولم یغل حتی لم یُحکم بکفرہ تجوز الصلاۃ خلفہ و تُکرہ و لا تجوز الصلاۃ خلف منکر الشفاعۃ والرویۃ وعذاب القبر والکرام الکاتبین

لانہ کافر لتوارث ھذہ الامور عن الشارع علیہ السلام۔
(ج:۱،ص:۳۶۰)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر امام ہمارے اہل قبلہ سے ہو اور عقیدہ میں غالی نہ ہو یہاں تک کہ اس پر حکم کفر نہ لگے تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہو جائے گی مگر کراہت ہوگی اور شفاعت، دیدار الٰہی، عذاب قبر اور کراما کاتبین کے منکر کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوگی کیونکہ ایسا شخص کافر ہے۔ بایں سبب کہ یہ امور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متوارث ہیں۔

تبیین الحقائق میں ہے:

قال المرغینانی تجوز الصلوة خلف صاحب الھویٰ وبدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبہ ومن یقول بخلق القران۔ حاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز مع الکراھۃ والافلا (ج:۱،ص:۱۳۴)

امام مرغینانی نے فرمایا: صاحب ہویٰ اور بدعتی کے پیچھے نماز ہو جائے گی اور رافضی، جہمی، قدری اور مشبہ اور خلق قرآن کے قائل کے پیچھے نہیں ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر بدعت ایسی ہے کہ اس کے مرتکب پر حکم کفر نہ ہو تو بکراہت صحیح ہے ورنہ نہیں۔

تبیین الحقائق کی مندرجہ بالا عبارت میں غور کریں، اس میں قائل خلق قرآن اور قدری جہمی وغیرہ کے پیچھے نماز کو ناجائز فرمایا جبکہ خلق قرآن کا عقیدہ رکھنے والے صرف بحکم فقہا کافر ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص جو بحکم فقہ کافر ہو یا بحکم کلام، اس کی اقتدا بہر حال ناجائز ہے۔

اس مقام پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ آج کل سنی کہلانے والے بعض نام نہاد پیر اور مولوی علانیہ طور پر یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ جتنے کلمہ گو ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کسی کی بھی اقتدا کی جاسکتی ہے۔

مگر یہ گمراہی ہے اور لوگوں کی نمازوں کو برباد کرنا ہے، کیونکہ آج بنام مسلم جتنے فرقے پائے جاتے ہیں، اہلسنت کو چھوڑ کر سب کے سب کسی نہ کسی طور پر کفر وضلالت میں پڑے ہوئے ہیں اور جس پر حکم کفر ہو، اس کی اقتدا میں نماز کا حکم ماسبق میں آچکا ہے۔ لہٰذا مسلمان کسی کی اقتدا کرنے سے پہلے اس کی حالت کی تحقیق کرلیں مگر تحقیق کا حکم ایسی جگہ کے لئے ہے جہاں امام کے بدعقیدہ ہونے کا شبہ ہو۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں امام کے عقائد کی تصدیق کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب: ضرورت ہے اگر محل شبہ ہو مثلاً کسی سے سنا کہ یہ امام وہابی ہے، وہ کہنے والا اگرچہ عادل نہ ہو صرف مستور ہو تحقیق ضرور ہے۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف و قیل یا وہ بستی وہابیہ کی ہو تو تحقیق کرو اور اگر کوئی وجہ شبہ نہیں تو نماز پڑھے پھر اگر بعد کو ثابت ہو کہ [illegible] وہابی تھا اعادہ فرض ہے۔ (ج ۳، ص: ۲۶۳)

حرمین طیبین کے نجدی امام کی اقتدا کا حکم

مسلمانوں کی حرماں نصیبی سے حرمین طیبین پر وہابیوں کا تسلط ہے اور وہی لوگ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں امامت کرتے ہیں، بعض نام کے سنی پیر اور مولوی ان کی اقتدا کو نہ صرف یہ کہ صحیح قرار دیتے ہیں بلکہ اس کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔

حالانکہ اکابرین اہلسنت کثرہم اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ان کی اقتدا کرنے کو ناجائز تحریر فرمایا ہے اور لوگوں کو ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے سختی سے منع کیا ہے۔

کیونکہ وہابیوں کے بے شمار کفری عقائد اور فاسد خیالات میں سے یہ عقیدہ ہر وہابی رکھتا ہے کہ ان کے علاوہ تمام مسلمان کافر و مشرک ہیں۔ چنانچہ دیوبندی شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی نے لکھا ہے کہ:

محمد بن عبدالوہاب (بانئ وہابیت) کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں۔ (الشہاب الثاقب: ص:۵۱)

اور جو شخص کسی ایک بھی مسلمان کو کافر سمجھے وہ خود کافر ہے، چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَيْسَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ اَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا عَادُ عَلَيْهِ۔ (مسلم شریف، ج:۱، ص:۵۷)

ترجمہ: یعنی جس کسی نے بھی کسی شخص کو کافر یا دشمن خدا کہا اور وہ واقع میں ایسا نہ ہو تو اس کا کہنا خود اسی پر لوٹ کر آئے گا۔

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے:

يَكْفُرُ اِنِ اعْتَقَدَ الْمُسْلِمُ كَافِرًا، بِهٖ يُفْتٰى۔" (درمختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۱۸۳)

ترجمہ: یعنی کسی مسلمان کو کافر سمجھنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

اب غور کریں! جب کسی ایک مسلمان کو کافر سمجھنے والا خود کافر ہو جاتا ہے تو جو لوگ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھیں وہ کتنے بڑے کافر ہوں گے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وہابی عقیدہ رکھنے والے گمراہ وبد دین اور کفار و مرتدین ہیں، لہٰذا ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا ناجائز و گناہ ہے اور ان نمازوں کا دہرانا فرض ہے جو ان کی اقتدا میں ادا کی گئی ہیں ساتھ ہی توبہ واستغفار بھی لازم ہے۔

چند شبہات اور ان کا ازالہ

بعض حضرات حرمین طیبین کے بدعقیدہ نجدی امام کی اقتدا کرنے کو جائز وصحیح قرار دیتے ہوئے طرح طرح کی موشگافیاں کرتے ہیں اور سنیوں کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اختصار کے ساتھ ان کے بعض شبہات اور ان کے تفصیلی جوابات تحریر کرتے ہیں تاکہ لوگ اپنی نمازیں برباد نہ کریں۔

شبہ نمبر (۱) : جب تک تحقیق نہ ہو جائے کہ امام بدعقیدہ ہے اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے گی اور حرمین طیبین کے اماموں کے متعلق ہمیں کچھ تحقیق نہیں ہے کہ وہ سنی ہیں یا وہابی اور بدعقیدہ ہیں، اس لئے ہم ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔

جواب : یہ شبہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مثل ہے، کیونکہ دنیا بھر کے مسلمان یہ جانتے ہیں کہ سعودی حکومت وہابی ہے اور وہاں اماموں کا تقرر حکومت کی ہی طرف سے ہوتا ہے اور حکومت کسی سنی صحیح العقیدہ کو ہرگز ہرگز منصب امامت نہیں دیتی ہے۔ یہ عام مساجد کا حال ہے تو مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کسی سنی کو منصب امامت کیسے دے سکتی ہے۔ علاوہ ازیں ان اماموں کی تقریریں اور بیانات اور ظاہر حال سب اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ لوگ وہابی ہیں، لہٰذا انہیں وہابی ہی سمجھا جائے گا اور ان کی اقتدا کی ہرگز اجازت نہیں ہوگی۔

اس کے علاوہ اور بھی مزید وجوہات ہیں جن کی بنا پر ان کی اقتدا جائز نہیں، بعض وجوہ ملاحظہ ہو:

(۱) شریعت مطہرہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب ایک چیز میں حلت وحرمت دونوں وجہیں جمع ہوں تو غلبہ، حرمت کو رہے گا اور وہ چیز حرام سمجھی جائے گی، چنانچہ

الاشباہ والنظائر میں ہے:

اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ۔ (الاشباہ والنظائر مع العموی، ج ا ص: ۴)

یعنی جب ایک چیز میں حلال وحرام دونوں وجہیں جمع ہوں تو غلبہ حرام کو ہوگا۔

اس ضابطے کے مطابق حرمین طیبین کے امام کو دیکھیں، ان کا وہابی ہونا مشہور ومعروف ہے۔ اب اگر بالفرض وہابی نہ ہوں تو اتنا تو یقینی امر ہے کہ وہ سنی نہیں لیکن اگر مان لیا جائے کہ ممکن ہے وہ سب سنی ہوں تو اگر سنی ہوں گے تو امامت حلال اور اگر وہابی ہوں گے تو امامت حرام، یونہی اگر وہ سنی ہوں گے تو ان کی اقتدا حلال اور اگر وہابی ہوں گے تو اقتدا حرام تو ضابطۂ مذکورہ کے مطابق ان کی امامت اور ان کی اقتدا کے حرام ہونے کو ہی غلبہ حاصل ہوگا اور ان کی امامت واقتدا حرام ہوگی۔ فللہ الحمد۔

(۲) شریعت مطہرہ کے مطابق تمام عبادتوں کی ادائیگی میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے بلکہ جملہ عبادات میں احتیاط مطلقاً واجب ہے اور نماز تو نہایت اہم عبادت ہے۔ اس میں اور بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اسی لئے علمائے کرام فرماتے ہیں: اگر نماز کی صحت وفساد میں اشتباہ پڑے ایک اعتبار سے فاسد ہوتی ہو اور متعدد اعتبار سے صحیح تو اس ایک ہی وجہ کا لحاظ کیا جائے گا اور نماز کے فساد کا حکم دیں گے۔ فتح القدیر میں ہے۔

الصلاة التی فسدت من وجه وجازت من وجوه حکم بفسادها۔ (۱۴/۲)

یعنی جب نماز ایک وجہ سے فاسد اور کئی وجھوں سے صحیح ہو تو نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

اگر اس قاعدہ کے لحاظ سے دیکھیں تو بھی وہابی نجدی امام حرم کی اقتدا ناجائز ہے کیونکہ سنی ہونے کی صورت میں نماز صحیح اور وہابی ہونے کی صورت میں نماز فاسد ہے تو فساد نماز اور فساد اقتدا کا ہی حکم ہوگا۔

غرضیکہ حرمین طیبین یا کسی بھی مسجد کے وہابی امام کی اقتدا میں نماز صحیح نہیں اور

ایسے کی اقتدا کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ اہلسنت و جماعت کے تمام اکابر کا یہی فیصلہ ہے، لہٰذا بعض نام نہاد سنیوں کا لوگوں کے درمیان شبہ ڈالنا بے سود اور سراسر گمراہی ہے۔

شبہ نمبر (۲): مسجد حرام اور مسجد نبوی جیسی مقدس جگہ پر پہنچ کر بھی نماز با جماعت نہ پڑھیں تو یہ بہت بڑی محرومی ہے، لہٰذا وہاں کی برکت لینے کے لئے ضرور اس جماعت میں شامل ہونا چاہئے۔

جواب: اس شبہ کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے، کیونکہ مسجد حرام یا مسجد نبوی میں با جماعت نماز کی فضیلت اسی وقت مل سکتی ہے جب کہ وہ جماعت شرعاً درست ہو اور جب وہابیوں کی جماعت درحقیقت جماعت ہی نہیں ہے تو اس سے با جماعت نماز کی برکت وفضیلت بھلا کیسے مل سکتی ہے۔ اگر واقعی برکت لینی ہے تو آپ پوری پابندی کے ساتھ یا تو تنہا پڑھیں یا کسی سنی صحیح العقیدہ کی اقتدا کریں، اس لئے کہ وہاں بہت سے لوگ اپنی اپنی جماعت بھی کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ مسجد نبوی کی برکت مسلم ہے مگر تاریخ شاہد ہے کہ جب وہاں کا امام غلط ہو گیا تو صحابۂ کرام نے مسجد نبوی میں آنا ہی بند کر دیا، چنانچہ "تاریخ طبری" میں ہے۔

امام ابن الجوزی نے فرمایا:

وَدَخَلَ عَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ عَلَى عُثْمَانَ يَعُوْدُوْنَهُ مِنْ صَرْعَتِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ عُثْمَانُ بَعْدَ مَا نَزَلُوْا بِهٖ فِي الْمَسْجِدِ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ مَنَعُوْهُ الصَّلَاةَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ اَمِيْرُهُمُ الْغَافِقِيُّ دَانَ لَهُ الْمِصْرِيُّوْنَ وَالْكُوْفِيُّوْنَ وَالْبِصْرِيُّوْنَ وَتَفَرَّقَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى حِيْطَانِهِمْ وَلَزِمُوْا بُيُوْتَهُمْ لَا يَخْرُجُ اَحَدٌ۔

(المنتظم فی تاریخ الملوک و الامم، ج:۵، ص:۵۳)

ترجمہ: حضرت علی، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت عثمان نے ان حضرات کی امامت فرمائی، بعد اس کے کہ بلوائی مسجد نبوی شریف میں تیس

ایسے کی اقتدا کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ اہلسنت و جماعت کے تمام اکابر کا یہی فیصلہ ہے، لہٰذا بعض نام نہاد سنیوں کا لوگوں کے درمیان شبہ ڈالنا بے سود اور سراسر گمراہی ہے۔

شبہ نمبر (۲) : مسجد حرام اور مسجد نبوی جیسی مقدس جگہ پر پہنچ کر بھی نماز با جماعت نہ پڑھیں تو یہ بہت بڑی محرومی ہے، لہٰذا وہاں کی برکت لینے کے لئے ضرور اس جماعت میں شامل ہونا چاہئے۔

جواب : اس شبہ کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے، کیونکہ مسجد حرام یا مسجد نبوی میں با جماعت نماز کی فضیلت اسی وقت مل سکتی ہے جب کہ وہ جماعت شرعاً درست ہو اور جب وہابیوں کی جماعت درحقیقت جماعت ہی نہیں ہے تو اس سے با جماعت نماز کی برکت وفضیلت بھلا کیسے مل سکتی ہے۔ اگر واقعی برکت لینی ہے تو آپ پوری پابندی کے ساتھ یا تو تنہا پڑھیں یا کسی سنی صحیح العقیدہ کی اقتدا کریں، اس لئے کہ وہاں بہت سے لوگ اپنی اپنی جماعت بھی کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ مسجد نبوی کی برکت مسلم ہے مگر تاریخ شاہد ہے کہ جب وہاں کا امام غلط ہوگیا تو صحابۂ کرام نے مسجد نبوی میں آنا ہی بند کردیا، چنانچہ "تاریخ طبری" میں ہے۔

امام ابن الجوزی نے فرمایا:

وَدَخَلَ عَلِیٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَیْرُ عَلٰی عُثْمَانَ یَعُوْدُوْنَهٗ مِنْ صَرْعَتِهٖ فَصَلّٰی بِهِمْ عُثْمَانُ بَعْدَ مَا نَزَلُوْا بِهٖ فِی الْمَسْجِدِ ثَلَاثِیْنَ یَوْمًا ثُمَّ مَنَعُوْهُ الصَّلَاةَ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ اَمِیْرُهُمْ اَلْغَافِقِیُّ دَانَ لَهُ الْمِصْرِیُّوْنَ وَالْكُوْفِیُّوْنَ وَالْبِصْرِیُّوْنَ وَتَفَرَّقَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی حِیْطَانِهِمْ وَلَزِمُوْا بُیُوْتَهُمْ لَا یَخْرُجُ اَحَدٌ۔

(المنتظم فی تاریخ الملوك هو الامم، ج:۵،ص:۵۳)

ترجمہ: حضرت علی، طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت عثمان نے ان حضرات کی امامت فرمائی، بعد اس کے کہ بلوائی مسجد نبوی شریف میں تیس

دن ٹھہرے رہے، پھر انہوں نے (حضرت عثمان) کو نماز پڑھانے سے
روک دیا اور ان کے امیر فافقی نے اُن سب کی امامت کی تو اس (امیر)
کے قریب مصری، کوفی اور بصری لوگ جمع ہو گئے۔ اور مدینے کے لوگ
اپنے باغات کی طرف چلے گئے اور اپنے گھروں میں اس طرح گوشہ نشیں
ہو گئے کہ کوئی شخص نکلتا نہیں تھا۔

تو کیا صحابہ مسجد نبوی کو مقدس و محترم نہیں سمجھتے تھے سمجھتے تھے مگر وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ اگر امام خراب ہو تو جماعت در کنار وہاں جانا ہی چھوڑا جا سکتا ہے۔

شبہ نمبر (۳) : پوری دنیا کے مسلمان وہاں پہنچ کر حرمین طیبین کے اماموں کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہیں، صرف چند علما ہیں جو اپنے ماننے والوں کو منع کرتے ہیں تو کیا اتنی بڑی تعداد غلط کر رہی ہے اور ان کی نمازیں برباد ہیں۔

جواب : اس شبہ کا تفصیلی جواب غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے کلمات میں ملاحظہ ہو۔ آپ رقمطراز ہیں:

رہا یہ امر کہ ایام حج میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی نمازوں کا کیا حکم ہوگا تو میں عرض کروں گا کہ ہزاروں لاکھوں مسلمان جن کے اصولی عقائد امام سے مختلف ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان اصولی عقائد میں امام کا عقیدہ ہم سے مختلف ہے۔ ان کا حکم تمہید کے ضمن میں واضح ہو گیا ایسے لوگ اپنے علم کے مقتضا کے مطابق یقیناً مجتنب رہیں گے۔ دوم وہ مسلمان جو یہ جانتے ہیں کہ امام کے بعض عقائد ہمارے عقائد سے مختلف ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ اختلاف اصولی عقائد میں ہے اور ہمارے عقائد کے امام کے نزدیک کفر و شرک، معصیت و جاہلیت کا حکم رکھتے ہیں۔ یہ مسلمان محض حرم مکہ اور حرم مدینہ اور مسجد حرام و مسجد نبوی کی عظمتوں اور عشق و محبت الٰہی و رسالت پناہی کے جذبات سے متاثر ہو کر اپنی غلط فہمی کی بنا پر اس امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، ان کی اس خطا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت کے پیش نظر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ رب کریم ان کی نمازوں کو رائیگاں نہیں فرمائے گا۔ سوم وہ مسلمان

جنہیں سرے سے امام کے ساتھ اختلاف عقائد کا علم ہی نہیں وہ محض سادہ لوح ہیں۔ عشق ومحبت سے سرشار ہوکر حرم مکہ اور حرم مدینہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بحالت لاعلمی اس امام کے پیچھے نمازیں پڑھیں، ان کے متعلق بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عفو وکرم سے ان کی نمازوں کو ضائع نہ ہونے دے گا۔ دوم اور سوم قسم کے مسلمانوں کی خطا قابل عفو ہے۔ طبرانی میں حضرت ثوبان رضی اللہ سے صحیح مرفوع حدیث مروی ہے: "رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیْ اَلْخَطَاءُ وَالنِّسِیَانُ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ" اٹھا لیا گیا میری اُمت سے خطا اور نسیان کو اور اس چیز کو جس پر وہ مجبور کیے گئے یعنی ان تینوں حالتوں میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا۔

(خطبات کاظمی، ج: ۳، ص: ۳۰۶)

دوسری شرط کی تفصیل

امامت کی شرطوں میں سے پہلی شرط کی تفصیل کے بعد اب دوسری شرط بلوغ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ جو لڑکا مکمل پندرہ سال کا ہوگیا وہ بالغ ہے اور اگر پندرہ سال کا نہیں ہوا ہے مگر بلوغ کی نشانی مثلاً داڑھی یا احتلام ہونا پالیا گیا تو وہ بالغ ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

لڑکے کو جب آثار بلوغ ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو، اس وقت سے وہ بالغ ہے اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے۔

(ج: ۵، ص: ۹۳۹)

اور درمختار میں ہے:

فان لم یوجد فیھما شیء حتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ، بہ یفتی۔ (ج: ۹، ص: ۲۲۶)

لہذا نابالغ کسی بھی نماز میں بالغوں کا امام نہیں ہوسکتا ہے، خواہ فرض نماز ہو یا نفل، ہاں نابالغوں کی امامت کرسکتا ہے۔ بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ نابالغ نماز تراویح پڑھا سکتا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

"لا یصح اقتداء الرجل بصبی مطلقا ولو فی نفل علی الاصح۔

(باب الامامۃ)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

بالغوں کی امامت مذہب اصح میں مطلقاً نہیں کرسکتا حتیٰ کہ تراویح ونافلہ میں۔ (ج:۳،ص:۱۸۵)

اس لئے کسی بھی نماز کی امامت کے لئے نابالغ کو آگے نہ کیا جائے، خواہ نماز پنجگانہ ہو یا تراویح ہو، البتہ اگر سب نابالغ ہی نماز پڑھ رہے ہوں تو ان میں سے کوئی سمجھدار نابالغ بھی امامت کرسکتا ہے۔

اگر کوئی لڑکا ابھی مکمل پندرہ سال کا نہیں ہوا ہے اور داڑھی بھی نہیں آئی ہے مگر جسمانی اعتبار سے بالغ لگ رہا ہے مثلاً وہ خود محتلم ہونا بتارہا ہے تو اس کی بات مانی جائے گی۔ اگر دیگر شرائط امامت پائے جائیں تو اس کو امام بنایا جاسکتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

صحیح مذہب میں نابالغ بالغوں کی امامت کسی نماز میں نہیں کرسکتا۔ (ج:۳ص:۲۱۴)

اور اسی میں ہے: جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وہ احتلام ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں۔ قول اسی کا واجب القبول ہے، نابالغوں کی امامت تو تراویح درکنار فرائض میں بھی کرسکتا ہے مگر بالغوں کی امامت مذہب اصح میں مطلقاً نہیں کرسکتا۔ حتیٰ کہ تراویح ونافلہ میں بھی۔" (ج:۳،ص:۱۸۵)

اور اسی میں ہے: چودہ برس کی عمر کا لڑکا جب کہے کہ میں بالغ ہوں اس کا قول واجب القبول ہے اور اسے بالغ مانا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔ جبکہ ظاہر حال اس کی تکذیب نہ کرتا ہو۔ (ج:۳،ص:۲۶۸)

اور اگر بالغ ہوگیا ہے مگر ابھی داڑھی نہیں آئی اور خوبرو ہے تو اسے امام بنانے سے بچا جائے جبکہ فتنہ کا اندیشہ ہو۔ درمختار میں ہے:

تکرہ خلف امرد" (درمختار مع ردالمحتار: ج ا ص:۴۱۵)

یعنی امرد کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال الرحمتي: المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة.

(حوالہ سابق)

جو امام یعنی علامہ رحمتی نے فرمایا امرد سے مراد خوبصورت لڑکا ہے کیونکہ وہ محل فتنہ ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اگر حسین و جمیل خوبصورت ہو کہ فساق کے لئے محل شہوت ہو تو اس کی امامت خلاف اولی ہے۔ (ج:۳،ص:۳۲۰)

تیسری شرط کی تفصیل

امامت کے شرائط میں تیسری شرط عقل والا ہونا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر آدمی پاگل اور دیوانہ ہوگا تو اسے یہ بھی خبر نہیں رہے گی کہ وضو ہے یا نہیں، زبان سے کیا نکل رہا ہے اور کس آیت کی قرأت ہو رہی ہے۔ کب کیا پڑھنا چاہئے۔ غرضیکہ اسے کسی کام کی خبر نہیں رہے گی تو بھلا وہ خدا کی بارگاہ میں لوگوں کی نمائندگی کیسے کرسکتا ہے؟ ہاں اگر ہوش وحواس درست ہوں اور لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ اس وقت افاقہ کی حالت ہے تو امامت کرسکتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولایصح الاقتداء بالمجنون المطبق ولابالسکران فان کان یجنّ ویفیق یصح الاقتداء به فی زمان الافاقة هکذا فی فتاوی قاضی خان۔ (ج:۱،ص:۸۵)

اسی طرح جو شخص نشہ میں ہو وہ بھی امام نہیں ہوسکتا ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

یوں ہی جس کو نشہ ہے اس کی امامت صحیح نہیں ہے۔ (ج:۳،ص:۵۷۰)

چوتھی شرط کی تفصیل

شرائط امامت میں یہ بھی ہے، کہ امام مرد ہو۔ اگر عورت نے مردوں کی امامت کی تو مردوں کی نماز نہیں ہوگی۔ رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

الا لا تؤمن امراة رجلا۔ (سنن ابن ماجہ،ص:۷۷)

خبردار! ہرگز ہرگز کوئی عورت کسی مرد کی امام نہ بنے۔

ہاں، اگر عورت عورتوں کی نماز پڑھائے تو اگرچہ یہ بھی مکروہ وممنوع ہے مگر عورتوں کی نماز ہو جائے گی۔

ردالمحتار میں ہے:

فلو تقدمت اثمت افاد ان وقوفها وسطهن واجب و ان الصلاۃ صحیحة وانها اذا توسطت لاتزول الکراهة.

(ج:۲،ص:۲۶۳)

لہٰذا اگر کسی جگہ عورتیں اکٹھا ہیں اور انہیں نماز پڑھنی ہے تو افضل یہ ہے کہ تنہا تنہا پڑھ لیں لیکن اگر جماعت کرنے لگیں تو ان کی امامت کرنے والی عورت صف سے آگے نہ کھڑی ہو بلکہ پہلی صف میں عورتوں کے درمیان کھڑی ہو اور بہر حال یہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

آج کل یورپی کلچر کی دلدادہ عورتیں اور یہود ونصاریٰ کی سازش کی شکار خواتین مردوں کی امامت کرتی دکھائی جاتی ہیں اور آزادیٔ نسواں کے نام پر عورتوں کو امام بنا کر اسلام کا استہزا کیا جاتا ہے اور اسلام و مسلمین کو تنقید اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ مسلمان، ان فتنوں سے ہوشیار رہیں اور اپنی خواتین کو درس قرآن اور حدیث دے کر اسلام کا فرمانبردار بنائیں۔

پانچویں شرط کی تفصیل

شرائط امامت میں یہ بھی ہے کہ امام صحیح طریقہ سے قرآن کریم کی قرأت کرسکتا ہو یعنی کم از کم اس طرح پڑھ لیتا ہو کہ قرآن عظیم کی آیتوں کا معنی غلط نہ ہو جاتا ہو، اگرچہ فن قرأت کے محسنات اور کمالات مثلاً اظہار، اخفا، روم، اشمام، تفخیم، ترقیق نہ کر پائے۔ یہ اور بات ہے جو شخص ان قواعد کی بھی رعایت کرے تو اس کی امامت بہتر ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

امام میں چند شرطیں ضروری ہیں۔ اولاً قرآن عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے

نماز فاسد ہو جیسے وہ لوگ کہ مثلاً ا، ع، یا ت، ط یا ث، س، ص، یا ح، ہ ذ، ز، ظ، ض میں فرق نہیں کرتے۔ (ج:۳،ص:۱۸۰)

اسی میں ہے:

اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنی میں فساد آتا ہے مثلاً حرف کی تبدیل جیسے ع، ط، ص، ح، ظ کی جگہ و، ت، س، ہ، ز پڑھنا کہ لفظ مہمل رہ جائے۔ یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے یا کھڑا پڑا کی بے تمیزی کہ حرکات بڑھ کر حروف مدہ ہو جائیں اور وہی قباحتیں لازم آئیں جس طرح بعض جُہال ''نستعین'' کو ''نستعاعین'' پڑھتے ہیں کہ بے معنی ہے تو خود اس کی نماز باطل ہے اور جب اس کی اپنی نہ ہوگی تو قواعد داں اور غیر قواعد داں کسی کی اس کے پیچھے نہ ہو سکے گی اور اگر ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے فساد معنی ہو تو نماز خود اس کی بھی صحیح اور اس کے پیچھے اور سب کی صحیح، پھر اگر حالت ایسی ہے کہ تجوید کے امور ضروریہ اور واجبات شرعیہ ادا نہیں ہوتے جن کا ترک موجب گناہ ہے جیسے مد متصل بقدر ایک الف وغیرہ، جب بھی اسے امام نہ بنایا جائے۔ اور اگر ضروریات سب ادا ہو لیتے ہیں صرف محسنات میں فرق پڑتا ہے تو حرج نہیں۔ ہاں قواعد داں کی امامت اولیٰ ہے۔'' (ج:۳،ص:۱۹۱)

بعض جاہلوں کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی عالم آجائے تب بھی مصلیٰ پر پہنچ جاتے ہیں اور پھر فخر سے بیان کرتے ہیں کہ میرے پیچھے بڑے بڑے مولانا صاحبان نماز پڑھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی اور دوسروں کی نماز کی فکر کریں اور عبادت برباد ہونے سے بچائیں، کیونکہ جو شخص قرآن صحیح نہ پڑھ سکتا ہو، اس کے پیچھے صحیح خواں کی نماز نہیں ہوگی۔ ہاں اگر سب لوگ اُمی ہیں تو امی امی کی اقتدا کر سکتا ہے۔

بہار شریعت میں ہے: اُمی اُمی کے پیچھے پڑھ سکتا ہے۔ (ج:۱،ص:۵۷۰)

اس وقت مدارس سے فارغ ہونے والوں کا حال بھی قراءت کے حوالہ سے بہت افسوسناک ہے، بہت کم لوگ ایسے ہیں جو صحیح طریقہ سے تجوید کی رعایت کے ساتھ قرآن کریم پڑھ لیتے ہوں جبکہ وہی لوگ فارغ ہو کر عموماً منصب امامت سنبھالتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ کم سے کم اس قدر تجوید سیکھ لیں کہ نماز صحیح ہو سکے، مدارس کے ذمہ دار حضرات خاص

کر صدر مدرس کو اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

بعض حضرات کی زبان میں توتلا پن ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے پیچھے صحیح پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوگی۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے:

امامة الا لثغ بالفصیح فاسدة فی الراجح الصحیح۔

(ج:۱،ص:۱۰)

یعنی مذہب صحیح کے مطابق توتلے کے پیچھے غیر توتلے کی نماز صحیح نہیں ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

مذہب صحیح میں غیر توتلے کی نماز اس کے پیچھے باطل ہے۔ (ج:۳،ص:۱۷۵)

جو شخص بھی امامت کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہے، اسے امامت کی نوک پلک سنوار کر رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ عوام میں انتشار نہ پیدا ہو، چنانچہ اگر مقتدی حضرات پر بوجھ نہ ہو اور وقت ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر اور ظہر کی نماز میں طِوال مفصل یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک جو سورتیں یاد ہوں، ان میں سے ہر ایک رکعت میں پوری ایک سورت پڑھے اور اوساط مفصل یعنی سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک جو سورتیں یاد ہوں ان میں سے ہر ایک رکعت میں عصر و عشا کی نماز میں پڑھے اور نماز مغرب کی رکعتوں میں قِصارِ مفصل یعنی سورۂ لم یکن سے سورۃ الناس تک جو یاد ہوں ان میں سے ایک ایک سورہ پڑھے۔

اور اگر وقت تنگ ہے یا مقتدیوں میں کوئی بیمار ہے یا سنت قرات کی مقدار پڑھنے میں اسے دشواری لاحق ہو سکتی ہے یا بوڑھا ضعیف و ناتواں یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اس کے کام میں حرج ہو سکتا ہے اسے نقصان پہنچ سکتا ہے تو جہاں تک کم پڑھنا مناسب سمجھے اتنی ہی مقدار میں پڑھے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

مذہب معتمد یہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری اور ضعف و حاجت مقتدیاں کم دیکھے تو قدر گنجائش پر عمل کرے ورنہ وہی طوال و اوساط و قصار کا حساب ملحوظ رکھے۔ (ج:۳،ص:۱۲۰)

اگر نماز میں کوئی سورت قراءت کی اور دوسری رکعت میں پھر وہی سورت سہواً پڑھی تو

اب اسی سورت کا پڑھنا لازم ہے اور اگر وہی سورت سہواً شروع کر دی جو پہلی رکعت میں پڑھی گئی سورت سے پیچھے کی ہے یعنی ترتیب الٹ رہی ہے تو بھی اسی کا پڑھنا لازم ہے اور غلطی سے الٹا پڑھنے سے اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے، البتہ اگر جان بوجھ کر ترتیب الٹ کر کے پڑھے تو گنہگار ہوگا اور نماز دونوں صورتوں میں ہو جائے گی یعنی اگر بھول کر ترتیب الٹی ہوگئی تب بھی نماز ہو جائے گی اور قصداً ترتیب بدلی تو بھی نماز ہو جائے گی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

قصداً تبدیلئ ترتیب گناہ ہے۔ اگرچہ نماز جب بھی ہو جائے گی۔ (ج:۳،ص:۸۸)

اگر قراءت میں ایسی غلطی ہوگئی کہ معنیٰ فاسد ہو جا رہا ہے تو اگر چہ ہزار آیت کے بعد غلطی ہوئی، نماز نہیں ہوگی، اسے دہرانا فرض ہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ دوسری رکعت میں پہلی سے طویل قراءت نہ کی جائے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ مسائل قراءت کی مزید تفصیل بہار شریعت وغیرہ میں دیکھیں۔

چھٹی شرط کی تفصیل

امامت کی شرطوں میں سے ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ امام عذر سے خالی اور محفوظ ہو۔ یعنی ایسا عذر نہ ہو کہ جس سے نماز کی کوئی شرط چھوٹ رہی ہو، مثلاً توتلاپن نہ ہو کہ ایسی حالت میں قراءت صحیح نہیں کر سکتا ہے، نکسیر وغیرہ کی بنا پر خون نہ آتا ہو کہ وضو نہ رہ سکے گا۔ امام کا اس طرح کے عذر سے خالی ہونا لازم ہے، اس لئے اگر کوئی توتلا شخص امام بنے گا تو غیر توتلے کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہوگی، یوں ہی جسے قطرہ آنے کی بیماری ہو تو صحیح آدمی کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہوگی۔ ہاں معذور شخص دوسرے معذور کی امامت کر سکتا ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

معذور اپنے مثل یا اپنے سے زائد عذر والے کی امامت کر سکتا ہے، کم عذر والے کی امامت نہیں سکتا۔ (ج:۳،ص:۱۱۱)

اسی میں ہے: معذور اپنے مثل معذور کی اقتدا کر سکتا ہے۔ (بحوالہ سابق)

اب تک امامت کی بنیادی شرطوں کی تفصیل لکھی گئی جس کے بغیر اقتدا صحیح ہو ہی

نہیں سکتی ہے لہٰذا جو مرد غیر معذور کسی کی اقتدا کرنا چاہے تو اس کے امام کا ان چھ باتوں سے متصف ہونا لازمی ہے، اگر ان میں سے ایک بھی شرط نہ ہو تو امام بنانا ہی صحیح نہیں ہے۔

کن کی اقتدا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے

اور اب ایسی چند باتوں کا ذکر کرنا لازمی ہے جن کے رہنے سے اقتدا تو ہو جائے گی مگر نماز میں نقص اور خلل آجاتا ہے اور نماز کا دہرانا ضروری ہو جاتا ہے اور جانتے ہوئے ایسے امور انجام دینے والوں کو امام بنانا گناہ ہوتا ہے:

(۱) جو شخص بد مذہبوں، وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں سے بلا ضرورت شرعیہ ملتا جلتا ہو، ان سے سلام و مصافحہ کرتا ہو ان کی شادی بیاہ میں شرکت کرتا ہو تو اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''مرتدین سے میل جول حرام اور لاجرم شخص مذکور سخت فاسق و فاجر مرتکب کبائر ہے اور اس کی امامت ممنوع اسے امام بنانا حرام اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۳،ص:۲۰۹)

(۲) جو علانیہ نماز و جماعت ترک کرتا ہو کل یا کسی ایک وقت کی ہی نماز جان بوجھ کر چھوڑتا ہو۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اگر قصداً قضا کرے اگرچہ اتفاق سے تو فاسق ہو گیا اگر توبہ نہ کرے تو دوسرا شخص امامت کرے۔ (ج:۳،ص:۲۲۰)

اُسی میں ہے:

اگر بلا عذر شرعی ترک جماعت کا عادی ہو تو یہ ضرور فسق ہے اور اس تقدیر پر اس کی اقتدا سے بچنا چاہیے۔ (حوالہ سابق:ص ۲۰۸)

اور بہار شریعت میں ہے:

جو قصداً چھوڑ دے اگرچہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے۔ (ج:۳،ص:۲۲۰)

(۳) جو شخص داڑھی منڈاتا ہو یا کتا کر ایک مشت سے کم رکھتا ہو، چنانچہ فتاویٰ رضویہ

میں ہے:

داڑھی منڈانے والا فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ اوراس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ (ج:۳،ص:۲۷۱)

اور بہار شریعت میں ہے:

داڑھی بڑھانا سنن انبیائے سابقین سے ہے منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ (ج۲ص:۵۱۸)

(۴) جو شخص بلاضرورت شرعیہ فوٹو کھنچواتا ہو یا خود کھینچتا ہو خواہ کیمرہ کے ذریعہ یا موبائل کے ذریعہ سب کا حکم ایک ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

جاندار کی تصویر بنانی دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے۔ ایسے کو امام بنانا گناہ ہے اوران کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے۔ (ج:۳،ص:۱۹۰)

(۵) گانا بجانا حرام ہے، لہٰذا جو شخص مزامیر کے ساتھ علانیہ قوالی سنتا ہے، اسے امام نہ بنایا جائے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

مزامیر حرام ہیں، ان کا سننا عالم باعمل کا کام نہیں۔

کما بیناہ فی اجل التجیر فی کلم السماع بالمزامیر.

اگر علانیہ اس کا مرتکب ہو اسے امام نہ کریں۔" (ج:۳،ص:۲۵۱)

(۶) جو طلبہ بدمذہبوں کے ادارہ میں پڑھتے ہوں، ان کو بھی امام نہ بنایا جائے، چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

جو مدرسہ خلاف مذہب اہلسنت ہو اس کے طلبا کو امام نہیں بنا سکتے۔

(ج:۳،ص:۲۶۴)

(۷) جو حافظ یا عالم کرکٹ کھیلتا اور دیکھتا ہو یا کمنٹری سنتا رہتا ہو، اس سے بھی پرہیز کیا جائے۔ فتاویٰ بحر العلوم میں ہے:

آج کل کا کرکٹ کا کھیل جو بے شمار برائیوں کا ذریعہ ہے اس کھیل کے عادیوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے چاہے کھیلنے والے ہوں یا دیکھنے والے ہوں۔ (ج:۵،ص:۵۷۹)

(۸) جو امام اپنی بیوی، بچوں کو بے پردہ گھمائے یا بالغ بچیوں کو بے پردہ اسکولوں کالجوں میں بھیجے اسے بھی امامت کا منصب نہ دیا جائے۔ فتاویٰ علیمیہ میں ہے:
مردوں اور جوان لڑکوں کے ساتھ رہ کر اجنبی عورتوں کا پڑھنا پڑھانا حرام وگناہ ہے۔ ایسے شخص کو خطیب وامام بنانا ناجائز وگناہ ہے۔ (ج:۱،ص:۲۰۲، ۲۰۳)

(۹) جو شخص بات بات پر فحش گوئی کرے گالیاں بکے، ایسے شخص سے بھی احتراز ہو۔
حدیث شریف میں ہے:
سِبَابُ الْمُؤمِنِ فُسُوْقٌ۔ یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔
(مشکوٰۃ المصابیح، ص:۴۱۱)

(۱۰) جو کھلے عام ٹیلی ویژن دیکھتا ہو اس کی امامت سے بھی بچیں۔ فتاویٰ فقیہ ملت میں ہے:
''ٹیلی ویژن دیکھنا حرام وناجائز ہے اور اس کو دیکھنے والے فاسق ہیں، لہٰذا ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔'' (فتاویٰ فقیہ ملت، ج:۱،ص:۱۱۶)
اور فتاوی بحر العلوم میں ہے ٹیلی ویژن انواع واقسام کی محرمات کا مجموعہ ہے فحش گانے، عریان جسم عورتیں، ناچ باجا اور اس کے علاوہ خرافات یہ سخت حرام اس کا دیکھنے والا کم از کم فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (ج:۱،ص:۴۰۷)

(۱۱) آج کل صلح کلیت کی وبا عام کی جا رہی ہے اور تمام کلمہ گو کو مسلمان ماننے کی تحریک چلائی جا رہی ہے بعض تنظیمیں اور مدرسے اس تحریک کو فروغ دینے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسی کسی تنظیم یا ادارہ کے افراد کی اقتدا سے پرہیز لازم ہے کہ یہ لوگ صلح کلی ہیں جو کم از کم گمراہ ہیں فتاویٰ امجدیہ میں ہے:
بدمذہب کو امام بنانا ناجائز وگناہ ہے کہ امام بنانا تعظیم ہے اور اہل بدعت کی تعظیم حرام۔ (ج:۱،ص:۱۱۹)

(۱۲) جو لوگ سنی کہلاتے ہوئے مقتدائے اہلسنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نفرت وبیزاری کا

معاملہ رکھیں ان کے فتاویٰ پر بے جا تنقید کریں اور لوگوں کو ان سے دور کرنے کی تدبیریں اپنائیں ان کی عظمت گھٹائیں ان کی توہین کریں ایسے لوگوں کی اقتدا سے بھی بچنا لازم ہے۔

(۱۳) جو لوگ بلا تفریق سنی شیعہ وہابی دیوبندی سب کے جنازہ و نکاح میں شرکت کرتے ہوں، نماز جنازہ اور نکاح پڑھتے ہوں ایسے لوگوں کی اقتدا سے احتراز ضروری ہے۔ ان کی بے جا تاویلات پر مسلمان ہرگز کان نہ دھریں۔

(۱۴) جو امام مسلمانوں میں تفریق پیدا کرے فتنہ پھیلائے نفسانیت و انانیت کی بنا پر مسلمانوں میں گروپ بندی کرادے ایسے شخص کو بھی منصب امامت سے دور رکھا جائے اور اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھی جائے۔

(۱۵) اس وقت اہلسنت کے نام سے بعض ادارے اور کچھ تحریکیں صلح کلیت کے فروغ میں سرگرم عمل ہونے کے ساتھ ساتھ کھلے کفریات کو ایمان ثابت کرنے اور کفریات بکنے والوں کی بے جا حمایت میں پیش پیش ہیں، ایسے تمام لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز ضروری ہے۔

(۱۶) آج کل بعض حضرات نے سید یعنی آل رسول بننا اور ہندوستانی عرف کے مطابق سید نہ ہونے کے باوجود خود کو سید اور اولاد غوث اعظم کہنا اور لکھنا شروع کر دیا ہے۔ گویا انہوں نے اپنا نسب بدل دیا ہے ایسے لوگوں کی امامت بھی جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ بحر العلوم میں ہے:

غیر سید اپنے سید ہونے کا اعلان کر کے فاسق ہوا اور اس کی امامت مکروہ ہوئی۔

(ج:۱،ص:۳۵۶)

(۱۷) جو عالم فرضی کارروائی کے ذریعہ گورنمنٹ سے رقم حاصل کرے فرضی رجسٹر بنا کر طلبہ کی تعداد فرضی طور پر لکھے ایسے شخص کی امامت سے بھی پرہیز ہو۔ حدیث شریف ہے:

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا. (مسلم شریف: ج:۱ ص:۷۰)

یعنی جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔
مذکورہ افراد و اشخاص کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی اقتدا ناجائز و گناہ ہے۔ تفصیل کے لئے کتب فقہ کا مطالعہ کریں۔

شافعی امام کی اقتدا کا مسئلہ

ہندوستان کے بعض علاقے مثلاً کیرلہ، تمل ناڈو وغیرہ میں حنفی شافعی دونوں قسم کے لوگ رہتے ہیں اور دیگر ممالک میں بھی کہیں حنفی شافعی کہیں حنفی مالکی یا حنبلی رہتے ہیں۔ اب اگر ایک حنفی شافعی یا مالکی وغیرہ کی اقتدا میں نماز ادا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں۔

کتب فقہ میں اس مسئلہ کی جو تفصیل مذکور ہے اس کے پیش نظر نا مطلقاً ممانعت کا حکم ہے نا مطلقاً جواز کا بلکہ بعض صورتوں میں جائز بعض میں ناجائز اور بعض میں خلاف اولیٰ ہے۔ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

و فی حاشیة الاشباه للخیر الرملی الذی یمیل الیه خاطر القول بعدم الکراهة اذا لم یتحقق منه مفسد اھ و بحث المحشی انه ان علم انه راعی فی الفروض والواجبات والسنن فلا کراهة و ان علم ترکها فی الثلاثة لم یصح و ان لم یدر شیئا کره لان بعض ما یجب ترکه عندنا یسن فعله عنده فالظاهر انه یفعله وان علم ترکها فی الاخیرین فقط ینبغی ان یکره لانه اذا کره عند احتمال ترك الواجب فعند تحققه بالاولی۔ و ان علم ترکها فی الثالث فقط ینبغی ان یقتدی له۔ (ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۵۹)

اس عبارت کا خلاصہ اور اس باب میں حکم شرع کا نچوڑ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے یوں تحریر فرمایا ہے:
اگر معلوم ہے کہ اس خاص نماز میں حنفی مذہب کے کسی فرض طہارت یا فرض نماز کا

تارک ہے تو حنفی کی یہ نماز اس کے پیچھے نہیں ہوسکتی اور اگر معلوم ہے کہ وہ اس نماز میں کسی فرض وشرط مذہب حنفی کا تارک نہیں تو یہ نماز اس کے پیچھے ضرور ہوسکتی ہے۔ اگرچہ حنفی کے پیچھے اولیٰ ہے اور اگر اس نماز کا حال معلوم نہیں مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض وشرائط میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور کراہت شدیدہ ہے۔

پھر اگر ان دونوں صورتوں میں بعد کو معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے رعایت نہ کی تھی تو وہ نماز پھر پڑھنی ہوگی کہ صحیح یہی ہے کہ مذہب مقتدی کا اعتبار ہے اور اگر بعد کو ثابت ہو کہ اس نماز خاص میں رعایت کی تھی تو نماز ہوگئی اعادہ کی کچھ حاجت نہیں۔

اور اگر اس کی عادت ہی کچھ معلوم نہ ہو تو اس کی اقتدا مکروہ ہے مگر حنفی امام کے پیچھے نماز نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بعد کو ظہور حال کا حکم وہی ہے جو ابھی گزرا۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج:٦،ص:٥٠٥ مترجم)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شافعی المسلک امام کی اقتدا بعض صورت میں جائز اور بعض میں ناجائز ہے مگر خلاف اولیٰ سب صورت میں ہے، لہٰذا اگر حنفی امام ہو تو بہتر ہے کہ اسی کی اقتدا کی جائے۔

بعض شافعی امام داڑھی کترکر ایک مشت سے کم رکھتے ہیں۔ جبکہ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے تو کیا جہاں پر حنفی امام نہ ملے وہاں نماز جمعہ یا پنج گانہ میں اس شافعی امام کی اقتدا کرسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ فقہائے کرام نے حدیث مبارک کی روشنی میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ کترکر ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا حرام ہے اور ایسا شخص فاسق معلن ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ (ج:٣،ص:٢٥٥)

مگر ساتھ ہی یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ اگر فاسق امام کے علاوہ اور کوئی نہ ملے تو بوجہ مجبوری صرف نماز جمعہ میں اس کی اقتدا کی جاسکتی ہے اور دیگر نمازیں تنہا نہ پڑھے بلکہ اپنی الگ جماعت کرے۔

بہار شریعت میں ہے:

فاسق کی اقتدا نہ کی جائے مگر صرف جمعہ میں کہ اس میں مجبوری ہے۔

(ج:۳،ص:۵۶۹)

اس لئے اگر کسی حنفی کو ایسے شافعی امام کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنی پڑے تو پڑھ لے مگر اور نمازیں ایسے شخص کے پیچھے نہیں ہوگی۔

اتنی تفصیل کے بعد عرض ہے کہ جو حضرات امامت کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ ایسی تمام باتوں اور کاموں سے دور رہیں جو ان کی اقتدا کو ناجائز کردیں اور نماز کا دہرانا ضروری ہوجائے کیونکہ اگر ان کاموں کے ارتکاب کے ساتھ امامت کریں گے تو خود بھی گناہ گار ہوں گے اور دوسروں کو بھی مجرم بنائیں گے۔

یونہی جن حنفی مسجدوں میں شافعی حضرات نماز پڑھنے آتے ہوں تو حنفی امام کو چاہئے کہ طہارت وغیرہ مسائل میں شافعی مسلک کی رعایت کریں مگر یہ رعایت اسی حد تک ہو کہ اپنے مذہب کے اعتبار سے کسی مکروہ یا ناجائز کا ارتکاب نہ ہو اسی طرح جن شافعی مساجد میں حنفی حضرات نماز پڑھتے ہوں تو شافعی ائمہ کو طہارت اور وقت وغیرہ ضروری مسائل میں حنفی مذہب کا لحاظ کرنا چاہئے تاکہ کسی طرح کا انتشار و اختلاف نہ ہو اور سب کی نمازیں بھی ازروئے شرع درست ہوں۔

امامت کا معاملہ کس قدر احتیاط اور سنجیدگی چاہتا ہے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث شریف سے لگایا جاسکتا ہے جسے سیدنا ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

قَالَ اَحْمَدُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ فَرَغَ لَايُصَلِّيْ لَكُمْ فَاَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُّصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ وَ اَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكَ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (سنن ابی داؤد و کتاب الصلاۃ، ص:٦٩)

ترجمہ: حضرت احمد رضی اللہ عنہ جو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے قوم کی امامت کی تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا دراں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ رہے تھے، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی، اس کے بعد اس شخص نے پھر ان لوگوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے منع کر دیا اور اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بتایا، چنانچہ اس شخص نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے اللہ عزوجل اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف دی ہے۔

لائق امامت کون؟

حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص سنی صحیح العقیدہ ہو یعنی مذہب اہلسنت کا سچا پیروکار ہو صحیح الطہارۃ یعنی مسائل طہارت وضو و غسل وغیرہ صحیح طریقہ پر جانتا ہو اور ان کو ٹھیک کرتا ہو۔ صحیح القرأۃ یعنی قرآن کریم کم از کم اتنا صحیح پڑھتا ہو کہ معنی نہ بدلے نماز صحیح ڈھنگ سے ادا کرتا ہو اور علانیہ فسق و فجور نہ کرتا ہو وہی شخص منصب امامت قبول کرے اور لوگوں کی امامت کرے اور اگر کوئی اس معیار کا نہ ہو اور امامت کرنا چاہتا ہو تو پہلے اپنے آپ کو اس منصب عظیم کا اہل بنالے پھر اس ذمہ داری کو قبول کرے اور اگر کسی امام کے اندر مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات پائی جائے پھر بھی وہ نماز پڑھانا چاہے اور لوگ اس کی اقتدا سے پرہیز اور اس سے نفرت کر رہے ہوں تو وہ یہ نہ کہے کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں جلتے ہیں مجھے ہٹانا چاہتے ہیں بلکہ فوراً

اپنی اصلاح کرے۔ رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ثَلٰثَةٌ لَا تَرْفَعُ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ اٰذَانِهِمْ شِبْرًا وَعِدَّ مِنْهُمْ مَّنْ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ۔ (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۶۵)

ترجمہ: یعنی تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بالشت بھر اونچی نہیں ہوتی، ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے ناراض ہوں (یعنی اس میں کسی قصور شرعی کے سبب)۔

رب تعالیٰ ہمیں صحیح طریقہ سے اپنی ذمہ داریوں کو نباہنے کی توفیق دے اور نماز جیسی اہم عبادت کی محافظت کا شعور عطا کرے۔ آمین

ہم نے جو اُمور ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ ان سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان نمازوں کا دہرانا واجب ہوتا ہے۔ اگر چہ فرض سر سے اتر جاتا ہے۔

کن کی اقتدا مکروہ تنزیہی ہے

اور اب ایسی چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں کہ ان کے سبب نماز مکروہ تحریمی تو نہیں ہے مگر جن لوگوں کے اندر یہ چیزیں پائی جائیں وہ آگے نہ بڑھیں۔ یہی زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔ ہاں اگر موجود لوگوں میں ایسا ہی آدمی مسائل نماز وطہارت کا زیادہ جانکار ہے تو وہی نماز پڑھائے اور لوگ اسی کی اقتدا کریں:

(۱) اندھاپن، (۲) لولا لنگڑا ہونا، (۳) کبڑاپن، (۴) جسم میں سفید داغ کا ہونا، (۵) بہراپن، (۶) غیر صحیح النسل ہونا، (۷) کوڑھ پن۔

سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کان تک نہیں لے جاتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا:

اس کے پیچھے جواز نماز میں کلام نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۳، ص: ۱۷۵)

اسی طرح ایک ایسا شخص جس کا داہنا ہاتھ ناکارہ ہو گیا ہو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا ہو وضو کرتا ہو اس۔ کے پیچھے نماز سے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

وہ شخص امام ہوسکتا ہے بلکہ اگر وہی حاضرین میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو تو وہی امام بنایا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۳، ص: ۲۴۷)

اسی طرح جس کا پاؤں ٹیڑھا ہو کہ صحیح ڈھنگ سے اس پر کھڑا نہ ہو پاتا ہو اس کے بارے میں فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو کان لقدم الامام عوج قام علی بعضها یجوز وغیرہ اولیٰ کذا فی التبیین۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج:۱، ص:۸۵)

یعنی اگر امام کا پاؤں ٹیڑھا ہو اور وہ پیر کے کچھ حصہ پر کھڑا ہو پورے پاؤں پر کھڑا نہ ہوتا ہو تو اس کی امامت جائز ہے۔

بہرے شخص سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:
بہرے کے پیچھے نماز جائز ہے مگر اس کا غیر اولیٰ ہے جبکہ علم مسائل نماز وطہارت میں اس سے کم نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۳، ص: ۲۶۳)

غیر صحیح النسل کے متعلق فرماتے ہیں:
غیر صحیح النسل، رنڈی زادے کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر وہ سب حاضرین سے علم مسائل طہارت ونماز میں زائد نہ ہو ورنہ وہی اولی ہے۔ اگر جملہ شرائط امامت کا جامع ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۳، ص: ۲۴۵)

سیدی صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:
غلام، دہقانی، اندھا، ولد الزنا، امرد، کوڑھی، فالج کی بیماری والا، برص والا، سفیہ (یعنی بے وقوف کہ تصرفات مثلاً بیع وشرا میں دھوکے کھاتا ہو) کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور کراہت اس وقت ہے جبکہ اس جماعت میں کوئی ان سے بہتر ہو اور اگر یہی مستحق امامت ہیں تو کراہت نہیں اور اندھے کی امامت میں تو بہت خفیف کراہت ہے۔
(بہار شریعت، حصہ سوم، ص:۱۱۶)

خدانخواستہ اگر کوئی شخص اس طرح کے مرض میں مبتلا ہو اور کوئی دوسرا اس سے زیادہ علم والا وہاں موجود ہو تو خود ہی ایسے شخص کو پیچھے ہٹ جانا چاہئے گو کہ وہاں کا مقرر امام ہو کہ اسی میں بہتری ہے۔

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیک وقت کئی ایسے افراد یکجا ہو جاتے ہیں کہ سب کے سب لائق امامت ہوتے ہیں تو ان میں سے جو بھی نماز پڑھا دے کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن اگر یہ مسئلہ درپیش ہو جائے کہ ان میں نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے تو اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ رقمطراز ہیں:

امامت میں بعد اس کے کہ دو شخص جامع شرائط سنی العقیدہ غیر فاسق مجاہر ہوں، قرآن عظیم صحیح پڑھتے ہوں، حروف مخارج سے بقدر تمایز ادا کرتے ہوں، سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز وطہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو، پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں توجس کی قرأت اچھی ہو پھر جو زیادہ پرہیز گار ہو، شبہات سے زیادہ بچتا ہو، پھر جو عمر میں بڑا ہو، پھر جو خوش خلق ہو، پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو، یہاں تک شرف نسب کا لحاظ نہیں۔ جب ان باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے:

فی التنویرو الدر الا حق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلاۃ بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ ثم الاحسن تجوید اثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس ثم اکثرھم تہجد اثم الاشرف نسبا اھ مختصراً۔

ہاں، اگر رذیل اس درجہ کا ہے کہ اس کی امامت سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں جماعت میں خلل پڑتا ہے تو اس کی امامت نہ چاہئے۔ لان التنفیر من اشد ما یحتذر عنہ ھاھنا وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقا بشروا ولا تنفروا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۳،ص:۱۹۷)

یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب کئی حضرات لائق امامت موجود ہوں لیکن اگر کوئی ایک ہی شخص لائق امامت ہے باقی موجود لوگوں میں اگرچہ عالم و حافظ کہے جانے

والے تو ہیں مگر لائق امامت نہیں تو ان کی اقتدا نہیں کی جائے گی بلکہ وہی شخص امامت کرے گا جو شرعاً لائق امامت اور حقدار امامت ہے۔

ہاں، اگر وہاں کوئی امام متعین ہے اور وہ لائق امامت ہے تو وہی امامت کا حقدار ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو امامت نہیں کرنی چاہئے۔ اگر چہ امام متعین سے زیادہ علم و فضل والا ہو۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

بغیر اس کی اجازت کے دوسرے کو امامت نہ کرنا چاہئے جبکہ وہ امام معین صالح امامت ہو یعنی سنی صحیح العقیدہ کہ قرآن عظیم صحیح پڑھے اور اس کا فسق ظاہر نہ ہو۔

درمختار میں ہے: امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیرہ مطلقا اھ۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۳،ص:۱۹۸)

مگر ہر امام کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اگر اس سے بڑا کوئی متقی عالم آجائے تو اس سے نماز پڑھانے کی گزارش کرے اور اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کو باعث خیر و برکت سمجھے کہ حدیث میں ہے:

مَنْ صَلّٰی خَلْفَ عَالِمٍ تَقِیٍّ فَکَأَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِیٍّ۔ (ہدایہ، ج:۱،ص:۱۰۱)

یعنی جس نے کسی پرہیزگار عالم دین کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا اس نے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔

آپ تو پنج وقتہ امامت کرتے ہی ہیں اگر حسن اتفاق سے کوئی فضل و کمال اور تقویٰ و طہارت کا حامل اہم شخص آجائے تو لوگوں کو اس سے بھی برکت لینے کا موقع دے دیں۔ اس سے آنے والے کے دل میں آپ کی اہمیت پیدا ہوگی قربت بڑھے گی اور لوگوں کے دل میں اس آنے والے کا رُتبہ اور اس کا وقار بلند ہوگا اور یہ چیزیں سب کے لئے مفید اور کارآمد ہیں۔

بعض کم پڑھے لکھے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اگر کہیں امامت کرتے ہیں اور اتفاق سے کوئی عالم وہاں نماز پڑھنے کے لئے پہنچ جائے تو اپنی اہمیت جتانے کے لئے مصلیٰ کو سنبھال ہی لیتے ہیں پھر بعد میں لوگوں کے درمیان فخر سے بیان بھی کرتے ہیں کہ فلاں عالم نے میری اقتدا میں نماز پڑھی ہے۔ اس طرح کی سوچ اچھی نہیں ہے، لہٰذا اس سے پرہیز کیا

جائے اور اگر کہیں غیر عالم امام ہو اور عالم دین پہنچ جائے تو عالم سے امامت کرائی جائے کہ وہ حقدار بھی ہے اور ایک طرح سے مہمان بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

امامت کا اصل حق حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں اور ہر عاقل جانتا ہے کہ جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر۔

اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال تو امامت خاص حق علما ہے اس میں جہال کو ان سے منازعت کا اصلاً حق نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۳، ص: ۲۰۵)

اس تفصیل کے بعد ائمہ حضرات سے بھی گزارش ہے کہ خود کو انگشت نمائی کے کاموں سے بچائیں چلتے پھرتے کھانے پینے، دکانوں پر بلاوجہ بیٹھنے، بازاری انداز میں بات کرنے، عوام کے درمیان ہنسی مذاق کرنے، تہمت کی جگہوں پر جانے اور اخلاق و مروت سے گرے ہوئے کاموں کو کرنے سے بچیں۔ خاص کر محلہ کی سیاست اور دنیوی اختلاف میں ملوث ہونے سے دور رہیں۔

باتنخواہ امامت کا مسئلہ

امامت بہت محترم و معظم منصب ہے جو دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے امت کے خوش نصیب افراد کے حصہ میں آتا ہے، لہٰذا اسے خالص عبادت اور طاعت الٰہی کے تصور سے بجالانا بہت بڑی سعادت ہے۔ اور بغیر معاوضہ اور اجرت ایسی اہم ذمہ داری کو نبھانا نور علی نور ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص باتنخواہ امامت کرتا ہے تو ائمہ دین نے اس کی بھی اجازت دی ہے۔ چنانچہ "فتاویٰ رضویہ" میں باتنخواہ امام کی اقتدا سے متعلق درج سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

جو امام نماز پڑھانے پر نوکر ہے اس کی اقتدا کی جائے یا جماعت ترک کی جائے۔

الجواب: قطعاً اقتدا کی جائے اس عذر پر ترک جماعت ہرگز جائز نہیں۔ متقدمین کے نزدیک جو اجرت لے کر امامت کرنے والے کے پیچھے نماز میں کراہت تھی، اس بنا پر کہ ان کے نزدیک امامت پر اجرت لینا ناجائز تھا، وہ بھی ایسی نہ تھی جس کے باعث ترک جماعت کا حکم دیا جائے۔ اب کہ فتویٰ جواز اجرت پر ہے تو وہ کراہت بھی نہ رہی۔ طحطاوی میں زیر قول تکرہ خلف من امر باجرۃ، قہستانی، فرمایا: ھذا مبنی علی بطلان الاستیجار علی الطاعات وھی طریقۃ المتقدمین والمفتی بہ جوازہ خوف تعطیل الشعائر حلبی وابو السعود۔ اسی طرح ردالمحتار وغیرہا میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۳، ص: ۱۶۳ تا ۱۶۴)

اور فرماتے ہیں:

جو اللہ عزوجل کے لئے امامت وتعلیم وتعلم کرتے ہیں ان سے خوش ہونا بہت بجا ہے اور جو تنخواہ لیتے ہیں ان سے نفرت بیجا ہے کہ اب ان کاموں پر اجرت لینا روا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۸، ص: ۱۶۷)

اور جب کوئی شخص باتنخواہ ملازم ہے تو شرعاً وہ اجیر خاص ہو گیا اور اجیر خاص پر وقت مقررہ معہودہ میں خود کو حاضر رکھنا لازم ہے۔ بلا رخصت غیر حاضر ہو جانا یا رخصت سے زیادہ دن لگا دینا یا رہتے ہوئے نماز نہ پڑھانا غرضیکہ جن صورتوں میں واقعی طور پر تسلیم نفس میں کمی ہوا تنے دنوں یا وقتوں کی تنخواہ لینا منع ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

جب وہ امام نماز پڑھانے کے لئے نوکر ہے تو جن وقتوں کی نماز نہ پڑھائے گا ان وقتوں کی تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا کہ اجیر خاص جب تک تسلیم نفس نہ کرے مستحق اجر نہیں اور اگر یہ پڑھانے کے لئے تیار تھا مگر لوگوں نے دوسرے سے پڑھوالی تو مستحق اجر ہے۔ درمختار میں ہے:

ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل۔

طحطاوی میں ہے:

فیستحق الاجر (ای بتسلیم نفسہ) عمل اولم یعمل اھ زیلعی الا اذا ابی العمل ولو حکما کمرض او مطر فلا اجر لہ اھ در

منتقی۔ (ج:۳،ص:۴۷۲)

لہٰذا ائمہ حضرات کو اپنی ذمہ داری کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے ہاں اگر مجلس انتظامیہ نے آپ کو کچھ خصوصی رعایت دے رکھی ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر پھر بھی آپ کی طرف سے کوتاہی اور تساہلی کا معاملہ نہ ہو تو بہتر ہے کہ اس سے عوام میں بدظنی پھیلتی ہے اور اختلاف وانتشار پیدا ہونے کا قوی خدشہ رہتا ہے۔

یاد رکھیں! تنخواہ لے کر امامت کرنے کو کبھی بھی حقیر و بے وقعت کام نہ سمجھیں نہ ان ائمہ کو بے عزت جانیں جو تنخواہ لے کر امامت کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے:

وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِيْ اَنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ مِنْ مَّؤُنَةِ اَهْلِيْ وَشُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَاْكُلُ اٰلُ اَبِيْ بَكْرٍ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ۔ رواه البخاری۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب رزق الولاۃ، ص:۳۲۵)

یعنی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امیر وخلیفہ اور مسجد نبوی کے امام مقرر ہوئے تو ان مصروفیات کے پیش نظر اپنے نجی کاروبار کے لئے وقت نہ دے پاتے تھے تو انہوں نے اپنے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر فرمایا جس سے اپنی اور اپنے گھر والوں کا خرچ چلاتے تھے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ قوم کی قیادت و امامت میں مصروف شخص معاوضہ لے سکتا ہے جس سے اس کی ضروریات کی تکمیل ہوتی رہے۔ اگر یہ کام برا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہرگز اسے پسند نہ کرتے۔

البتہ یہاں افسوس سے یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ بے شمار ائمہ حضرات ایسے ہیں جو صرف ملازمت کے اعتبار سے نماز پڑھتے ہیں یعنی جب تک امامت کی ڈیوٹی کر رہے ہوتے ہیں اس وقت تک نمازی ہوتے ہیں اور اگر گھر چلے گئے یا کہیں اور رخصت پر گئے

تو ان کی نماز بھی رخصت ہو جاتی ہے۔ یہ نہایت غلط حرکت ہے جس سے بچنا لازم ہے، آپ اگر امامت کر رہے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی فضل ہے۔ اب اس فضل کا شکرانہ ترک نماز کی شکل میں آپ کی طرف سے ظاہر ہو بڑی حیرت ناک بات ہے۔ آپ اس سے خود اپنی بھی حیثیت مجروح کر رہے ہیں اور دیگر علماء وائمہ پر بھی طعن و تشنیع کا دروازہ کھولنے والی حرکت میں ملوث ہو رہے ہیں۔ اس لئے آپ امامت کی ڈیوٹی پر رہیں یا نہ رہیں حتی الامکان نماز کی پابندی کریں اور جہاں موقع ملے فرض کی ادائیگی کرلیا کریں تاکہ عوام کو زبان درازی کا موقع نہ ملے اور شرعی ذمہ داری سے سبکدوش بھی ہو جائیں۔

نماز کیسے پڑھائیں؟

جب آپ کسی مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے متعین ہو جائیں تو اب آپ نے بہت بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھالیا ہے۔ تمام نمازوں کی صحت وفساد اور قبول وعدم قبول آپ کی ذات سے وابستہ ہو گیا ہے اس لئے قدم قدم پر آپ کو اس کا لحاظ کرنا ہوگا اس سلسلہ میں چند امور پیش کئے جاتے ہیں۔ ان پر عمل پیرا رہیں:

(۱) آپ سب سے پہلے ضروریات سے فارغ ہو کر سنت کے مطابق صحیح طور پر وضو کریں، اگر حجرہ میں وضو کرنے کی سہولت ہو تو وہیں پر وضو سے فارغ ہو جائیں۔ میرے نزدیک مسواک نہ رہنے کی صورت میں برش اور منجن بھی اس کے قائم مقام ہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل ''فتاویٰ علیمیہ'' جلد اول میں دیکھیں مگر بہتر یہ ہے کہ مسوک کا انتظام رکھیں۔ دوران وضو گلا اور ناک صاف کرنے میں اتنی تیز آواز نہ نکالیں کہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جائیں، جو لوگ بے تکلف نہ ہوں ان کے سامنے گھوم گھوم کر برش یا مسواک نہ کریں۔

(۲) وضو سے فارغ ہو کر اگر پانی رومال وغیرہ سے پونچھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔ اب داڑھی اور سر کے بالوں کو قاعدہ سے درست کرلیں۔ ان کو الجھا ہوا نہ رکھیں۔

(۳) جو اسلامی لباس میسر ہو پہنیں لیکن اگر پائجامہ پہن لیں تو زیادہ بہتر ہے۔ اگر

ہو سکے تو پنج وقتہ نماز کے لئے ورنہ کم از کم جمعہ اور عیدین کی نماز کے لئے سر پر عمامہ سجالیں کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

صَلٰوةُ تَطَوُّعٍ اَوْ فَرِيْضَةٍ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ صَلٰوةً بِلَا عِمَامَةٍ وَ جُمُعَةٍ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِيْنَ جُمُعَةً بِلَا عِمَامَةٍ۔

(جامع صغیر، ج:۱ص: ۳۱۴)

(۴) پائجامہ وغیرہ ٹخنے سے نیچے نہ رکھیں کہ بعض صورتوں میں مکروہ تحریمی اور بعض میں تنزیہی ہے۔

علاوہ ازیں انگشت نمائی کا سبب بھی ہے بلکہ بعض جاہلوں کے لئے بہت کچھ ہے۔ چین کی گھڑی حالت نماز کے علاوہ بھی نہ پہنیں اور نماز میں تو ضرور اتار لیں تاکہ قوم میں انتشار نہ ہو۔

(۵) جن نمازوں میں فرض سے پہلے سنت بھی ہے اسے حجرہ میں اطمینان سے ادا کر لیں اور جماعت قائم ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جائیں۔ اگر مصلی امامت پر بیٹھنا چاہیں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر صف میں بیٹھے رہیں تو اچھا ہے ممکن ہے عین جماعت کے وقت کوئی بزرگ اور صاحب کمال شخصیت آجائے تو اسے آگے کرنے میں تکلف نہیں ہوگا۔ جائے نماز پر کھڑا ہونے سے پہلے دیکھ لیں کہیں آپ بالکل محراب کے اندر تو نہیں ہیں کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ یونہی اگر آپ اتنی بلندی پر کھڑے ہیں کہ مقتدیوں کی صف سے ممتاز ہوتے ہیں تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔

کھڑے ہو کر تکبیر نہ سنیں

(۶) جب مکبر تکبیر شروع کردے تو "حی علی الصلوۃ" پر کھڑا ہونا شروع کردیں اور جب "حی علی الفلاح" کہے تو آپ مکمل کھڑے ہو جائیں۔ تکبیر بیٹھ کر سنیں کیونکہ کھڑے ہو کر تکبیر سننے کی ممانعت ہے۔ کھڑے ہو کر تکبیر نہ سنیں، چنانچہ موطا امام محمد میں ہے:

ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوۃ فیصفوا ویسووا الصفوف (ص:۸۷)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الا نتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح۔
(ج:۱، ص:۵۷)

یعنی جب آدمی اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہو تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر جب موذن ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تو کھڑا ہو۔

اور درمختار میں ہے۔

دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد۔ (درمختار مع ردالمحتار، ج:۱، ص:۲۶۸)

یعنی مسجد میں داخل ہوا جبکہ موذن اقامت کہہ رہا تھا تو بیٹھ جائے۔

ردالمحتار میں ہے:

یکرہ لہ الانتظار قائما۔ (حوالہ سابق)

یعنی کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔

عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے:

اذا دخل المسجد یکرہ لہ انتظار الصلوٰۃ قائما بل یجلس فی موضع ثم یقوم عند "حی علی الفلاح" وبہ صرح فی المضمرات۔ (ج:۱، ص:۱۳۶)

یعنی جب نمازی مسجد میں داخل ہو تو اسے کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ کسی جگہ بیٹھ جائے پھر حی علی الفلاح پر کھڑا ہو مضمرات میں اسی کی صراحت ہے۔

حضور صدرالشریعہ امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

اور وقت اقامت بیٹھا رہنا جیسا کہ عامہ کتب معتبرہ فقہیہ متون وشروح وفتاویٰ میں مذکور ہے۔ امام وقوم اس وقت کھڑے ہوں جب موذن ''حی علی الصلوٰۃ'' کہے۔ اس کی بھی پابندی کی جائے۔ (فتاویٰ امجدیہ، ج:۱،ص:۵۵)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

عالمگیری سے گزرا کہ کھڑے ہوکر اقامت سننا مکروہ ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کا خیال رکھیں، کھڑے ہوکر اقامت ہرگز نہ سنیں۔ (حاشیہ فتاویٰ امجدیہ، ج:۱،ص:۵۵)

علاوہ ازیں آج کل وہابیہ، دیابنہ کی یہ عادت ہوچکی ہے کہ وہ شروع تکبیر میں ہی کھڑے ہوجاتے ہیں بلکہ اس وقت یہ حرکت وہابیت ودیوبندیت کی پہچان بن چکی ہے اس لئے اس سے احتراز اور بھی زیادہ ضروری ہے۔

بعض جاہل پیروں اور نام نہاد سنیوں کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ کھڑے ہوکر ہی تکبیر سنتے ہیں اور اعتراض کرنے پر کہتے ہیں کہ یہ ہمارے اسلاف سے چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی سوچ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(۸) جب تکبیر ہوجائے تو اب آپ ادائیگی نماز کے ساتھ ساتھ امامت کی بھی نیت کرلیں اور سنت کے مطابق ہاتھ اپنے کانوں کی لوتک لے جائیں اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لیں، ہاتھ باندھنے میں بھی سنت کا خیال رکھیں۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے ہی رکھیں یہ طریقہ احادیث کریمہ اور آثار صحابہ سے منقول ہے اور اس میں تعظیم وتکریم کا اظہار زیادہ ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (ج:۱،ص:۳۹۰)

ترجمہ: یعنی علقمہ بن وائل بن حجر اپنے والد سے راوی کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں آپ نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں

ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔

یونہی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائیں کیونکہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین سنت ہے۔ اس کے علاوہ میں نہیں۔ حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ۔

(شرح معانی الآثار، ج:۱، ص:۱۳۲)

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صرف پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔

(۹) سورۂ فاتحہ اور کسی سورت کی قرأت میں تصنع سے کام نہ لیں۔ ہاں بہتر طریقہ سے پڑھیں۔ اگر آپ قاری ہیں تو کوئی بات نہیں ورنہ کسی قاری صاحب سے الحمد شریف اور چند سورتوں کی مشق کرلیں اور نماز میں انہیں کو پڑھیں۔ قرأت کے مسائل ماسبق میں ذکر کردیے گئے ہیں۔ ان کو دیکھ لیں۔

(۱۰) ثنا، تسبیحات رکوع وسجود اور التحیات وغیرہ اتنی جلدی جلدی نہ پڑھیں کہ مقتدی نہ پڑھ سکیں۔

(۱۱) جب آپ رکوع کے لئے جائیں تو ایسا نہ کریں کہ رکوع میں پہنچ کر یا آدھا جھکنے کے بعد تکبیر کہیں۔ میں نے بہت سے ائمہ کو اسی طرح کرتے پایا ہے جبکہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ نمازی اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کو جائے یعنی جب رکوع کے لئے جھکنا شروع کرے تو اللہ اکبر سے شروع کرے اور ختم رکوع پر تکبیر ختم کرے تمام تکبیرات انتقالیہ اسی طرح کرے۔

(۱۲) رکوع میں کم از کم تین بار تسبیح پڑھیں اور رکوع سے تکبیر کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہوجائیں۔ تسبیح اس طرح پڑھیں کہ مقتدی حضرات بھی کم از کم تین بار مکمل کرلیں۔

(۱۳) حالت سجدہ میں پیروں کی انگلیوں پر خاص خیال رکھیں۔ پانچوں کا لگنا سنت،

تین کا لگنا واجب اور کم از کم انگوٹھے کا لگنا فرض ہے۔

(۱۴) سلام پھیرنے کے بعد دائیں بائیں یا پھر مقتدیوں کی طرف پھر جائیں کہ سلام کے بعد قبلہ رو بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف تو مطلقاً سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام رو بقبلہ بیٹھا رہنا امام کے لئے بالاجماع مکروہ ہے۔ جمعہ وغیرہ سب نمازیں اس حکم میں برابر ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۲۵۸، امام احمد رضا اکیڈمی)

(۱۵) نماز کے بعد دعا کریں البتہ جن نمازوں کے بعد سنت بھی پڑھنی ہے ان میں دعا مختصر ہو اور دعا سے پہلے تسبیح پڑھنا اگر مقتدیوں پر گراں نہ گزرے تو تسبیح بھی پڑھ سکتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

نماز کے بعد دعا ثابت ہے اور تسبیح بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی صحیح حدیثوں میں آئی ہے۔ صبح اور عصر کے بعد سنتیں نہیں ان کے بعد ذکر طویل کا موقع ہے مگر مسلمانوں میں رسم یہ پڑ گئی ہے اور ضرور محمود ہے کہ بعد سلام امام کے ساتھ دعا مانگتے ہیں اور اگر وہ دعا میں دیر کرے منتظر رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ دعا مانگنے کے بعد متفرق ہوتے ہیں۔ اس حالت میں تسبیحات کی تقدیم اگر خوب بتحقیق ثابت ہو کہ ان میں کسی ایک فرد پر ثقیل نہ ہوگی تو کچھ حرج نہیں ورنہ یہی بہتر ہے کہ خفیف دعا مانگ کر فارغ کردے۔

(ج:۱، ص:۲۵۴)

نماز پڑھنے اور امامت کرنے کے مسائل شرح وبسط کے ساتھ بہار شریعت حصہ سوم میں مذکور ہیں۔ ان کو بغور پڑھ لیں۔

(۱۶) بعض ائمہ ہر نماز کے بعد دعا میں ان اللہ وملٰئکتہ آیت کریمہ پڑھتے ہیں پھر اجتماعی طور پر درود شریف پڑھتے ہیں۔ ایسا ہر نماز میں کرنے کی بجائے فجر وعصر میں کریں تو بہتر ہے۔

(۱۷) آج کل سنی مساجد میں بھی لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے اور پڑھانے والے ہو گئے ہیں۔ بعض مقامات پر اراکین کی طرف سے تو ایسی شدت برتی جاتی ہے کہ

اگر کوئی امام لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہ پڑھائے تو اسے برطرف کردیتے ہیں (معاذ اللہ رب العلمین) اس لئے ہم یہاں لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے مسئلے سے متعلق عرض کردیتے ہیں۔

مسئلہ لاؤڈ اسپیکر

ہندوستان کے جمہور فقہائے کرام کا موقف یہ ہے کہ مائک پر نماز پڑھنا پڑھانا جائز نہیں ہے اور جو لوگ مائک کی آواز پر اقتدا کریں گے ان کی نمازیں نہیں ہوں گی، اس سلسلے میں حضور مفتی اعظم ہند، حضور صدر الشریعہ، محدث اعظم ہند، حضور برہان ملت، شیر بیشہ اہلسنت، حضور مجاہد ملت، حضور حافظ ملت اور پھر بعد کے اکابرین میں شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہم الرحمہ کے فتاویٰ برسہابرس سے شائع ہورہے ہیں اور حدیث پاک ہے "اَلْبَرَكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ" یعنی خیر وبرکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے۔ (مستدرک، ج:۱،ص:۶۲) لہٰذا سلامتی کی راہ اکابرین کا نقش قدم ہے۔

تو اگر آپ کے سامنے ایسا معاملہ درپیش ہوجائے کہ لوگ تشدد پر آمادہ ہوجائیں، آپ کو منصب امامت سے برطرف کرنے لگیں مگر آپ وہیں رہنا چاہتے ہوں تو گنجائش کا راستہ یہ ہے کہ آپ اصل مسئلہ سے آگاہ کردیں اور صاف صاف حکم بتادیں کہ جو لوگ مائک کی آواز پر نماز ادا کریں گے ان کی نمازیں نہیں ہوں گی اور نماز پڑھنے والے خود ذمہ دار ہیں۔ اب آپ بری الذمہ ہوگئے۔ امید ہے کہ آپ شرعاً ماخوذ نہیں ہوں گے۔ پھر اگر بوجہ مجبوری مائک پر نماز پڑھائیں تو صفوں میں مکبرین کا تقرر ہو جائے تاکہ پھر جو سنت صدیوں سے رائج ہے وہ متروک نہ ہونے پائے کیوں کہ سنتوں کی حفاظت اگر ہم نہیں کریں گے تو کون کرے گا اور جو لوگ بلا مکبر کے مائک پر نماز پڑھتے ہیں وہ غیر شعوری طور پر سنتوں کو مٹانے میں لگے ہوئے ہیں اللہ ان سب سے محفوظ رکھے۔

جماعت کے فضائل و مسائل

ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص امامت کرے گا تو جماعت بھی قائم ہوگی، اس لئے نماز باجماعت کے حوالہ سے کچھ باتیں عرض کردی جارہی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باجماعت نماز ادا کرنے کے فضائل متعدد مواقع پر بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک ہے:

صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔
(صحیح البخاری، ج:۱، ص:۸۹)

ترجمہ: یعنی نماز باجماعت تنہا پڑھنے سے ستائیس درجہ بڑھ کر ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَاَنْ اَشْھَدَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ فِی الْجَمَاعَۃِ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَقُوْمَ لَیْلَۃً۔ (موطاامام مالک، ص:۴۶)

ترجمہ: یعنی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں رات بھر نماز پڑھوں۔

ایک حدیث پاک میں ہے:

مَنْ صَلَّی الْعِشَاءَ فِیْ جَمَاعَۃٍ فَکَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّیْلِ وَ مَنْ صَلَّی الصُّبْحَ فِیْ جَمَاعَۃٍ فَکَاَنَّمَا صَلَّی اللَّیْلَ کُلَّہٗ۔

(صحیح مسلم، ج:۱، ص:۲۳۲)

ترجمہ: جس نے باجماعت عشا کی نماز پڑھی گویا آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی گویا پوری رات قیام کیا۔

ایک مقام پر ہے:

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِثْنَانِ فَمَافَوْقَھُمَا جَمَاعَۃٌ۔ (سنن ابن ماجہ، ص:٦٩)

یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دو اور دو سے زیادہ جماعت ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے:

لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَافِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ یَجِدُوْا اِلَّا اَنْ یَّسْتَہِمُوْا لَاسْتَہَمُوْا عَلَیْہِ۔ (صحیح البخاری، ج:١، ص:٩٠)

ترجمہ: اگر لوگ جانتے کہ اذان اور صف اول میں کیا ہے پھر بغیر قرعہ ڈالے نہ پاتے تو ضرور اس پر قرعہ اندازی کرتے۔

ان ارشادات مبارکہ سے باجماعت نماز ادا کرنے کی اہمیت مثل آفتاب روشن ہے۔

ضروری مسائل

اب ذیل میں کچھ ضروری مسائل جماعت درج کئے جاتے ہیں ان کو ملاحظہ کریں۔

(١) نماز پنجگانہ میں صرف دو آدمی سے بھی جماعت قائم ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر امام اور ایک مقتدی نے باجماعت نماز پڑھ لی تو جماعت قائم ہو گئی۔

(٢) اگر دو آدمی میں جماعت قائم ہو تو سنت یہ ہے کہ مقتدی امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، قعود، رکوع، سجود کسی حالت میں اس کے پاؤں کا گٹا امام کے گٹے سے آگے نہ بڑھے۔

(٣) اگر امام کے علاوہ دو آدمی مقتدی ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں پھر بھی اگر امام کے داہنے اور بائیں برابر کھڑے ہو جائیں تو حرج نہیں ہے۔

(٤) دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو وہ پیچھے ہی کھڑے ہوں۔ امام کے برابر کھڑا ہونا ناجائز و گناہ ہے اور نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔

(٥) اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا تھا پھر ایک اور آیا تو امام آگے بڑھ جائے اور وہ

آنے والا اس مقتدی کے برابر کھڑا ہوجائے۔ یا وہ مقتدی پیچھے ہٹ آئے مگر جب مقتدی ایک ہوتو اس کا پیچھے ہٹنا افضل ہے۔

(۶) آج کل عموماً مساجد میں اذان و جماعت کا وقت متعین ہوتا ہے تو اگر لوگ وقت معین پر آجائیں امام بلاضرورت دیر نہ لگائے کہ وجہ ثقل اور باعث نفرت جماعت ہوگا۔

(۷) جماعت کا وقت متعین ہے مگر کوئی بزرگ شخصیت کی آمد ہے تو اگر وقت میں گنجائش ہو اور لوگوں پر گراں نہ ہو تو اس کے انتظار میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔

(۸) جماعت جتنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہوگا۔ لہٰذا وقت متعین ہونے کے باوجود اگر زیادہ لوگوں کے شریک ہونے کی امید ہے تو دس پانچ منٹ تاخیر کی جاسکتی ہے۔

(۹) اگر امام معین وقت متعین پر نہ آسکا تو مقتدیوں کو اس کے انتظار میں بیٹھے رہنا ضروری نہیں بروقت جو بھی لائق امامت ہو اس کے ساتھ جماعت کر سکتے ہیں۔

(۱۰) سفید داغ والا یا کوڑھ کا مریض مسجد میں آسکتا ہے ہاں اگر ان کے آنے سے تقلیل جماعت یا نفرت مسلمین ہو تو ان کا جماعت میں نہ آنا بہتر ہے۔

(۱۱) جماعت عاقل بالغ قادر پر واجب ہے۔ ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق مردود الشہادۃ ہے۔

(۱۲) اگر دو لوگ مل کر جماعت کر لیتے ہیں تو وہ تارک جماعت نہیں خواہ یہ جماعت مسجد میں کریں یا کہیں اور کریں۔

(۱۳) جماعت وہی واجب ہے جو مطابق شرع ہو لہٰذا اگر کوئی امام فسق و فجور میں مبتلا ہو جھوٹ بولتا ہو فلمیں دیکھتا ہو وغیرہ وغیرہ تو ایسی جماعت میں شرکت واجب نہیں ہے بلکہ اس جماعت میں شرکت جائز ہی نہیں ہے۔

(۱۴) آج کل عام لوگوں کی بات کیا کی جائے جبکہ بڑے بڑے اداروں میں اونچے اونچے منصب پر فائز مدعیان علم وتقوی بھی جھوٹ فریب اور نامعلوم کس کس مرض میں گرفتار ہیں تو جس کو ان کے حالات کا علم ہوا سے ایسے لوگوں کی امامت

والی جماعت میں بھی شرکت واجب نہیں ہے۔

(۱۵) محلہ کی مسجد میں اگر امام معین نے سنت کے مطابق باجماعت نماز پڑھادی تو جماعت ثانیہ بغیر اذان محراب سے ہٹ کر قائم کرنا درست ہے اور اس کے لئے تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اگر جہری نماز ہو تو امام بقدر ضرورت ہی جہر کرے۔

(۱۶) جماعت مستحب وقت میں کرنا افضل ہے۔ آج کل بعض مقامات پر رمضان المبارک میں سحری کا وقت ختم ہوتے ہی نماز فجر کے لئے اذان ہوجاتی ہے اور اول وقت میں ہی جماعت قائم کردی جاتی ہے ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ اگر لوگ سحری کھا کر سوجائیں گے تو نماز فجر کے فوت ہونے کا محض اندیشہ ہی نہیں بلکہ مشاہدہ ہے۔ تو اول وقت میں جماعت قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۷) خدانخواستہ اگر تمام نمازی فاسق معلن ہوں اور ان میں کوئی لائق امامت نہیں ہے تو وہ جماعت قائم نہیں کرسکتے بلکہ الگ الگ نماز پڑھیں۔

(۱۸) اگر چند لوگ ایسے ہیں کہ جماعت کا انتظار کریں تو ان کا کوئی ضروری کام چھوٹ جائے گا مثلاً ریل کا وقت نکل جائے گا تو متعینہ جماعت سے پہلے بھی اپنی جماعت کرکے جاسکتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۵ ص:۴۷۳)

(۱۹) اگر کوئی شخص نماز فرض ادا کر چکا ہو اور ایسے وقت مسجد آیا کہ اسی فرض نماز کی جماعت قائم ہے تو فجر و عصر اور مغرب کے علاوہ کی جماعت میں بنیت نفل شریک ہوسکتا ہے۔

(۲۰) اگر نماز فجر کی جماعت قائم ہونے کے وقت کوئی شخص آیا اور یہ جانتا ہے کہ سنت فجر پڑھ کر جماعت میں شامل ہوجائے گا تو پڑھ کر ملے ورنہ بے پڑھے ملے پھر آفتاب بلند ہونے کے بعد سنت پڑھ لے۔

(۲۱) اگر کسی جگہ کوئی بدعقیدہ جماعت قائم کئے ہوئے ہے تو عین اسی وقت سنی بھی اپنی جماعت قائم کرسکتے ہیں کہ نہ ان کی جماعت جماعت ہے نہ ان کی نماز نماز۔

(۲۲) ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قصداً بلا وجہ شرعی کرنا ناجائز و ممنوع ہے۔

(۲۳) اگر مرد کے سامنے عذر شرعی ہے اور مکان میں ہی نماز پڑھ رہا ہے تو اسے اپنی زوجہ یا محرمات یا غیر مشتہاۃ لڑکیوں کے ساتھ جماعت کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۵، ص:۵۲۱)

(۲۴) جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کے لئے جائے تو بھوک کے سبب دل کھانے میں لگا رہے گا یا کھانا سرد ہو کر بے مزہ ہو جائے گا تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھالے۔

(۲۵) جماعت قائم کرنے کیلئے امام کے انتظار میں اتنی تاخیر کرنا کہ وقت کراہت آجائے ہرگز درست نہیں ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجر و تحصیل افضلیت ہے۔

جماعت اور امامت کے مسائل کو تفصیل سے جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ اور بہار شریعت وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

عورتوں کی جماعت اور امامت کا مسئلہ

فتنہ وفساد کے اس دور میں جہاں بہت سے مسائل اسلام دشمن کی سازشوں سے پیدا ہو گئے ہیں، وہیں عورتوں کی امامت و جماعت کا مسئلہ بھی زیر بحث آ گیا ہے۔ چونکہ مغرب زدہ عورتوں اور مردوں کے علاوہ بدمذہبوں میں سے کچھ غیر مقلدین بھی اس راستے پر چل پڑے ہیں اس لئے اس سے متعلق بھی بعض مسائل درج کر دئے جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ عورتوں پر بھی مردوں کی طرح نماز پنج گانہ فرض ہے۔ مگر وہ اپنی نمازیں کہاں پڑھیں گی اس سلسلہ میں متعدد احادیث کریمہ سے مختلف باتیں سامنے آتی ہیں۔

صدر اسلام میں عورتیں مسجد نبوی میں مردوں کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں اور سب سے پیچھے ان کی صف لگتی تھی۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰہِ عَنْ مَسَاجِدِ اللّٰہِ۔ (صحیح البخاری، ج:۱، ص:۱۲۳)

یعنی رسول پاک نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

اَخِّرُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَخَّرَھُنَّ اللّٰہُ۔ (مصنف عبدالرزاق، ج:۳، ص:۱۴۹)

عورتوں کو پیچھے رکھو جس طرح اللہ نے ان کو موخر رکھا ہے۔

ایک روایت میں ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ اَنَا وَ یَتِیْمٌ فِیْ بَیْتِنَا خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اُمِّیْ خَلْفَنَا اُمُّ سُلَیْمٍ۔ (صحیح البخاری، ج:۱، ص:۱۰۱)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک کے پیچھے میں نے اور ایک بچے نے اپنے گھر میں نماز پڑھی اور میری

والدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے پیچھے اکیلی ایک صف میں تھیں۔

ایک اور حدیث مبارک ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا۔ (سنن ابن ماجہ، ص:۴۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی آخری صف سب سے بہتر ہے اور پہلی صف سب سے خطرناک ہے۔

ان احادیث طیبہ سے واضح ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی بھی اجازت ہے اور وہ مردوں کی جماعت میں شامل بھی ہو سکتی ہیں۔ البتہ ان کی صف سب سے پیچھے رہے گی۔

اس کے برخلاف بعض احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں گھر میں ہی نماز پڑھیں اور اکیلی اکیلی پڑھیں۔ چنانچہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مِخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا۔ (ابوداؤد، ج:۱، ص:۸۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کی نماز کمرے میں گھر کے صحن میں نماز سے افضل ہے اور خاص کوٹھری میں نماز کمرہ میں نماز سے افضل ہے۔

اور صحیح بخاری میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ۔

(صحیح البخاری، ج:۱، ص:۱۲۰)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ اگر

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ چیزیں دیکھتے جو عورتوں میں آ گئی ہیں

تو انہیں مسجد آنے سے روک دیتے۔

ان حدیثوں میں مسجد کی بجائے گھر میں وہ بھی کوٹھری کے اندر نماز پڑھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

ائمہ دین نے دونوں طرح کی حدیثوں کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ چونکہ عہد رسالت میں شر و فساد اور برائیاں نا کے برابر تھیں اور فتنہ کا خوف نہیں تھا تو عورتوں کو مسجد میں آکر باجماعت نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ مگر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا لوگوں کے اطوار و عادات بدلتے گئے۔ فتنہ وفساد عام ہونے لگا۔ تو عورتوں کو مسجد جانے سے روک دیا گیا۔ علامۂ انام ابن ہمام قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

عمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوۃ کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات۔ (فتح القدیر، ج:۱، ص:۳۷۶)

یعنی متاخرین ائمہ دین نے ممانعت کو عام فرما دیا بوڑھوں اور جوانوں کے لئے تمام نمازوں میں مسجد آنے سے کیونکہ تمام وقتوں میں فتنہ وفساد کا غلبہ ہے۔

اور سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

بعض چیزوں میں یہ امر جہالت پر مبنی ہوگا کہ اس چیز سے استدلال کیا جائے جو صدر اول میں تھی ایک زمانہ تھا کہ باعزت لوگوں کی عورتیں دن اور رات دونوں اوقات میں جماعت میں حاضر ہوتیں مگر اب ائمہ کرام نے ان کے آنے کی ممانعت فرما دی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۳۲۰)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

تابعین ہی کے زمانے سے ائمہ نے ممانعت شروع فرما دی تھی۔ پہلے جوان عورتوں کو پھر بڑھیوں کو بھی پہلے دن میں پھر رات میں مغرب، عشاء اور فجر میں فاسق لوگ کھانے اور سونے میں مشغول ہوتے تھے باہر گھومنا پھرنا ان اوقات میں مروج نہیں تھا۔ اب جبکہ زمانہ میں فساد آ گیا، فحاشی عروج پر آ گئی تو حکم ممانعت عام ہو گیا۔ (ج:۴، ص:۱۷۱)

ان ارشادات مبارکہ سے مانند آفتاب روشن ہوجاتا ہے کہ اگر چہ عہد رسالت میں عورتوں کو مسجد و جماعت کی حاضری کی اجازت تھی مگر اب ناجائز ہے۔ بے شمار کتب فقہ میں اس کی صراحت ہے، چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے:

"ولا یحضرن الجماعات یعنی فی الصلوات کلھا و یستوی فیہ الشواب والعجائز و ھو قول المتاخرین لظھور الفساد فی زماننا۔ (ج:۱،ص:۳۵۷)

عورتیں کسی بھی نماز میں جماعت میں حاضر نہ ہوں۔اس میں جوان عورتیں اور بوڑھیاں برابر ہیں اور یہ متاخرین ائمہ کا فرمان ہے کیونکہ ہمارے دور میں فساد عام ہوگیا ہے۔

درمختار میں ہے:

ویکرہ حضورھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا و لو عجوز الیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج:۲،ص:۳۶۳)

عورتوں کو جماعت کی حاضری مکروہ ہے۔اگر چہ جمعہ وعید اور وعظ کے لئے ہو۔اگر چہ بڑھیاں دن ہو خواہ رات ہو مذہب مفتی بہ کے مطابق فساد زمانہ کی وجہ سے۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ عورتیں اپنے گھر کے اندر نماز پڑھیں خواہ نماز پنج وقتہ ہو یا تراویح ہو سب کا حکم ایک ہے اور یہی سلامتی کا راستہ ہے۔

یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب عورتیں گھر سے نکل کر مسجد یا عیدگاہ وغیرہ جائیں لیکن اگر عورتیں کسی جگہ اکٹھا ہیں اور با جماعت نماز ادا کرنا چاہتی ہیں تو کیا جماعت کرسکتی ہیں یا وہاں بھی اکیلے پڑھنے کا حکم ہے۔

اس سے متعلق ماسبق میں آچکا ہے کہ متون وشروح اور کتب فقہ کے مطالعہ سے واضح ہے کہ وہاں بھی ان کے لئے تنہا تنہا پڑھنا ہی افضل ہے لیکن اگر جماعت سے

پڑھیں گی تو فرض ادا ہو جائے گا مگر گناہ گار ہوں گی اور پھر جب جماعت کریں گی تو ان کی امام صف سے آگے نہیں بلکہ عورتوں کے بیچ میں ہی کھڑی ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویکرہ امامة المراۃ للنساء فی الصلوات کلھا من الفرائض والنوافل فان فعلن وقفت الامام وسطھن وبقیامھا وسطھن لاتزول الکراھة۔ وصلاتھن فرادی افضل۔ (ج:۱،ص:۸۵)

تمام نمازوں میں عورت کا عورتوں کی امامت کرنا مکروہ ہے۔ خواہ فرائض ہوں یا نوافلِ اور اگر عورتیں جماعت کریں تو امام ان کے بیچ میں کھڑی ہوگی مگر بیچ میں کھڑی ہونے سے کراہت ختم نہیں ہوگی اور ان کا تنہا تنہا پڑھنا افضل ہے۔

درمختار میں ہے:

ویکرہ تحریما جماعة النساء و لو فی التراویح فان فعلن تقف الامام وسطھن۔ (درمختار مع ردالمحتار، ج:۲،ص:۲۶۲)

عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر چہ نماز تراویح کی جماعت ہو اور اگر جماعت کریں تو امام ان کے بیچ میں کھڑی ہوگی۔

باب سوم

فضائل ومسائل صف بندی

جب آدمی امامت کرے گا تو جماعت قائم ہوگی اور جب جماعت قائم ہوگی تو لا لہ محالہ صف بھی قائم ہوگی کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے کا طریقہ بھی بتادیا ہے۔ اور نظم ونسق اور باقاعدگی کا درس بھی بخش دیا ہے۔

صف کا معنیٰ قطار ہوتا ہے جماعت ونماز میں صف بندی کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی اجتماعی عبادت کے لئے لوگوں کا قطار لگانا۔

صف بندی کا کیا طریقہ ہو اور کس صف کو زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ اس سے متعلق مسلم شریف میں روایت ہے:

خَرَجَ عَلَيْنَا فَرَاٰنَا حَلَقًا فَقَالَ مَالِیَ اَرَاكُمْ عِزِيْنَ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلٰئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلٰئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِی الصَّفِّ۔

(مسلم شریف، ج:۱،ص:۱۸۱)

ترجمہ: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم کو (نماز میں) متفرق حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا پھر آپ نے فرمایا تم متفرق طور پر کیوں بیٹھتے ہو تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس

طرح ملائکہ اپنے رب کے سامنے بناتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ پہلے اگلی صف پوری کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ مَنَاکِبَنَا فِی الصَّلٰوۃِ وَ یَقُوْلُ اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ وَلِیَلِیَنِیْ مِنْکُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّھٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔ (حوالہ سابق)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے: برابر کھڑے ہو، آگے پیچھے مت کھڑے ہو، ورنہ تمہارے دل مختلف ہوجائیں گے، میرے قریب بالغ اور عقلمند لوگ کھڑے ہوں، پھر جوان کے قریب ہوں اور پھر جوان کے قریب۔

بخاری شریف میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاۗءِ ظَھْرِیْ۔

(بخاری شریف، ج:۱،ص:۱۰۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھی اور درست کرلیا کرو کیونکہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُوْنَ مَافِی الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَھَمُوْا۔ (حوالہ سابق)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ جانتے کہ پہلی صف

میں کیا فضیلت ہے تو قرعہ اندازی کرتے۔

ایک حدیث میں ہے:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلٰوةِ۔ (حوالہ سابق)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفیں برابر رکھا کرو کیونکہ صفوں کو برابر کرنا نماز قائم کرنے کا ایک حصہ ہے۔

ایک اور حدیث شریف ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا۔ (مسلم شریف، ج:۱، ص:۱۸۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کی بہترین اور زیادہ ثواب والی صف پہلی ہے اور کم ثواب والی آخری صف ہے۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے مثل شمس روشن ہے کہ: مسلمان نماز باجماعت میں جو صف بندی کرتے ہیں یہ فرشتوں کا طریقہ ہے اور تمام صفوں میں سب سے زیادہ فضیلت پہلی صف کو حاصل ہے۔ یونہی یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ صفوں کو سیدھی رکھنا اور ایک دوسرے سے متصل ہو کر کھڑا ہونا بھی شریعت کو مطلوب و محبوب ہے۔

صف بندی کے مسائل

اب صف کے کچھ اہم مسائل درج کئے جاتے ہیں تاکہ صف کی اہمیت و عظمت اور زیادہ واضح ہو جائے۔

(۱) جب نماز کے لئے صف بندی ہو تو امام کو چاہئے کہ بالکل صف کے آگے وسط میں کھڑا ہو یعنی نمازی دائیں بائیں برابر ہوں ایسا نہ ہو کہ کسی طرف لوگ زیادہ ہوں کہ یہ خلاف سنت ہے۔

(۲) امام اور مقتدی کی صف کے درمیان کم از کم اتنا فاصلہ ہو کہ مقتدی بخوبی سجدہ کر سکیں۔

(۳) صف بندی میں یہ خیال رہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی، ہاں اگر ایک ہی بچہ ہوتو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔

(۴) اگر صف میں کوئی باشعور بچہ کھڑا ہے تو اسے ہٹانا درست نہیں ہے۔ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اگر صف میں کوئی باشعور بچہ کھڑا ہوتا ہے تو اسے ہٹا کر خود اس کی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔

(۵) مردوں کی پہلی صف کہ امام سے قریب ہے۔ دوسری سے افضل ہے اور دوسری تیسری سے یونہی آخری تک سمجھیں۔

(۶) صفیں اس طرح مل کر کھڑی ہوں کہ بیچ میں کشادگی نہ رہنے پائے اور سب کے مونڈھے برابر ہوں مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں۔

(۷) کھڑے ہونے میں اپنے دونوں پیروں کے بیچ کا فاصلہ چار انگل رکھا جائے۔ اور اگر کسی کو عذر ہے تو کشادہ بھی کر سکتا ہے۔ مگر غیر مقلدین کی طرح بہت زیادہ ٹانگوں کو نہ پھیلائے۔

(۸) جب تک پہلی صف مکمل نہ ہو جائے دوسری صف میں کھڑا نہیں ہونا چاہئے۔ اور اگر پچھلی صف بھر گئی اور پہلی صف میں جگہ باقی ہے تو صف چیر کر پہلی صف میں جائے اور خالی جگہ پر کرے۔ اگر چہ نمازی کے آگے سے گزرنا پڑے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

وصل صف اور ان کی رخنہ بندی اہم ضروریات سے ہے اور ترک فرجہ ممنوع و ناجائز یہاں تک کہ اس کے دفع کو نمازی کے سامنے گزر جانے کی اجازت ہوئی۔

(ج:۳،ص:۳۱۶)

(۹) مسجد میں جب تک نیچے جگہ باقی ہے اس کی چھت پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا پہلے اندر کی صفوں کو مکمل کیا جائے پھر اگر صحن ہو تو اسے بھرا جائے اب اگر جگہ نہیں ہے تو اوپر جا سکتے ہیں۔

(۱۰) اگر محراب اتنی وسیع ہو کہ اس میں امام کے پیچھے ایک صف ہو سکتی ہے اور امام کے

پیچھے محراب میں ہی امام و مقتدی کھڑے ہوں تو کراہت نہیں ہے۔ لیکن اگر تنہا امام محراب کے اندر مکمل طور سے کھڑا ہو کہ ایڑی بھی محراب کے اندر ہی ہو تو کراہت ہے۔

(۱۱) اور اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً آدمیوں کی کثرت ہو اور امام محراب میں کھڑا ہوگا تو گنجائش نکل آئے گی تو ایسی صورت میں امام کے تنہا کھڑے ہونے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

(۱۲) بلا ضرورت مقتدیوں کا دروں میں صف لگانا مکروہ ہے کہ قطع صف ہوگی اور قطع صف ممنوع ہے ہاں اگر مجبوری ہو تو حرج نہیں۔

(۱۳) اگر لڑکے اتنے ہوں کہ ایک صف مکمل ہو جائے گی اور مرد تھوڑے ہوں تو حکم ہے کہ بچے دوسری صف لگائیں اور مرد پہلی صف لگائیں اور جو لوگ بعد میں آئیں وہ یا تو بچوں کی صف چیر کر یا کنارے سے بچوں کے سامنے سے گزر کر پہلی صف میں شامل ہوں۔

(۱۴) صف پوری ہونے کے بعد کوئی شخص آیا تو انتظار کرے اگر کوئی آجائے تو دونوں امام کے پیچھے صف لگا کر کھڑے ہو جائیں اور اگر کوئی نہیں آیا یہاں تک کہ امام رکوع میں جانے کے قریب ہو گیا تو اگلی صف سے ایسے شخص کو کھینچے جس کے بارے میں یہ خیال رکھتا ہو کہ اسے یہ مسئلہ معلوم ہے وہ پیچھے ہٹ جائے تو اس کے ساتھ ورنہ تنہا کھڑا ہو جائے۔

(۱۵) اگر مسجد کے کئی درجے ہوں تو امام کا ایک درجہ میں اور کل مقتدیوں کا دوسرے درجہ میں صف لگا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

امام اور جملہ مقتدیوں کا درجہ بدلا ہوا ہونا خلاف سنت ہے۔ کما فی شرح المناقبۃ۔ (ج:۲،ص:۴۹۹)

(۱۶) اگر امام کسی اونچی جگہ کھڑا ہو اور مقتدی نیچے ہوں تو اگر اتنی اونچی جگہ ہو کہ امام و مقتدی میں امتیاز ہو جا رہا ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ (فتاویٰ امجدیہ ج:۱،ص:۱۹۴)

(۱۷) مسلمان کیسا ہی رزیل پیشہ والا ہو جب پاک وصاف ہوکر مسجد میں آیا ہے تو جس صف میں جگہ ملے کھڑا ہوسکتا ہے۔ اسے وہاں سے ہٹانے کی اجازت نہیں ہے۔

(۱۸) کبھی کبھی ہجڑے بھی نماز میں آجاتے ہیں اگر وہ صف میں شامل ہوں تو انہیں منع نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (فتاوی امجدیہ، ج:۱، ص:۱۷۰)

(۱۹) اگر صرف امام کے لئے سائبان ہو اور مقتدیوں میں سے ایک صف کے لئے بھی سائبان نہ ہو تو یہ مکروہ ہے۔ (حوالہ سابق ص ۲۰۰)

(۲۰) اگر مسجد میں امام نماز پڑھا رہا ہو اور مقتدیوں نے بہت دور صف بندی کر رکھی ہے تو اگرچہ دونوں ایک ہی درجہ میں ہوں مگر یہ بہتر نہیں ہے اور اگر درجہ بدلا ہوا ہو تو کراہت ہے۔

(۲۱) اور اگر مسجد کے علاوہ کسی میدان میں جماعت قائم ہوئی اور امام ومقتدیوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگیا کہ بیچ میں دو صفیں قائم ہوسکتی ہیں تو کسی مقتدی کی نماز نہیں ہوگی۔ اسی طرح بڑی مسجد مثلاً مسجد قدس کا بھی حکم ہے۔

(بہار شریعت ج:۳، ص:۵۶۴)

(۲۲) بعض اوقات مسجدوں کے باہر بھی صف لگانی پڑتی ہے اگر صف اس طرح لگی کہ بیچ میں روڈ ہے تو روڈ پر بھی صف لگائی جائے ورنہ روڈ ختم ہونے کے بعد جو لوگ اقتدا کریں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔

(۲۳) اگر اہلسنت کی جماعت میں کوئی رافضی، وہابی، دیوبندی، قادیانی وغیرہ شامل ہے تو قطع صف ہوگا جو ناجائز وگناہ ہے، لہٰذا اگر وہ سنیوں کی مسجد میں آئیں تو جماعت میں شامل نہ ہونے دیا جائے بشرطیکہ کوئی فتنہ وفساد نہ ہو۔

(۲۴) اگر مسجد کی دیوار کے باہر صحن مسجد میں صف لگی ہے تو بیچ میں دیوار کے حائل ہونے کی بنا پر قطع صف ہے لہٰذا اگر ضرورت نہ ہو تو ادھر صف نہ لگائی جائے اور اگر جگہ کی تنگی ہے تو حرج نہیں۔

(۲۵) بہت ساری مساجد میں منبر محراب کے باہر بنے ہوتے ہیں اور منبر کے دائیں

بائیں صف لگائی جاتی ہے یہاں بلاشبہ قطع صف ہے جو ناجائز و گناہ ہے لہٰذا یا تو منبر محراب کے اندر بنایا جائے یا پھر منبر کے اغل بغل صف نہ لگائی جائے۔ ہاں اگر مجبوری ہو تو حکم الگ ہے۔

(۲۶) اگر کوئی بدعقیدہ صف میں بالکل کنارہ پر کھڑا ہوا تو یہ قطع صف نہیں ہے لیکن اگر کوئی سنی اس کے بغل میں آ کر کھڑا ہو گیا یا پیچھے دوسری صف لگ گئی تو اب قطع صف ہو گیا اور کراہت تحریمی پالی گئی۔

صف سے متعلق یہ چند ضروری مسائل درج کر دیے گئے ہیں۔ تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ بہار شریعت اور دیگر کتب فقہ کا مطالعہ کیا جائے اور لوگوں کو صف بندی کے احکام سے آگاہ کیا جائے۔

ائمہ کرام کو چاہئے کہ نماز شروع کرنے سے قبل یہ بتا دیا کریں کہ لوگ صفیں سیدھی رکھیں بیچ میں جگہ خالی نہ رہنے دیں۔ مل کر کھڑے ہوں اور قطع صف نہ ہونے دیں۔

رب تعالیٰ ہماری صفوں کو مضبوط و مستحکم فرمائے اور نمازوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

باب چہارم

فضائل ومسائل جمعہ وعیدین

عموماً جو شخص نماز پنج وقتہ کا امام ہوتا ہے وہی جمعہ کا بھی امام ہوتا ہے اور بہت سے مقامات پر عیدین کی امامت بھی وہی کرتا ہے، چونکہ شرائط کے اعتبار سے پنج گانہ اور جمعہ وعیدین کی امامت میں کچھ فرق ہے۔ اس لئے اس باب میں جمعہ وعیدین کے فضائل ومسائل کو خاص طور سے ذکر کیا جارہا ہے۔ جمعہ مبارکہ کی فضیلت میں متعدد احادیث وارد ہیں بلکہ خود قرآن کریم اس کا خطبہ پڑھ رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد قرآن ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۹ (سورۃ الجمعہ:۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم جانو۔

حدیث پاک میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِیْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِیْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ۔ (مسلم شریف، ج:۱، ص:۲۸۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بہترین دن میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے، جس میں حضرت آدم کی پیدائش ہے، اسی دن حضرت آدم جنت میں داخل کئے گئے، اسی دن وہ جنت سے خارج کئے گئے اور قیامت بھی جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ الْاَیَّامَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی ھَیْأَتِھَا وَیَبْعَثُ الْجُمُعَۃَ زَھْرَاءَ مُنِیْرَۃً اَھْلُھَا یَحُفُّوْنَ بِھَا کَالْعُرُوْسِ تُھْدِیْ اِلٰی کَرِیْمِھَا۔

(المستدرک للحاکم، ج:۱، ص:۲۷۷)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب دنوں کو ان کی شکل پر اٹھائے گا اور جمعہ کو چمکتا روشنی دیتا (اٹھائے گا) جمعہ پڑھنے والے اس کے گرد جھرمٹ کئے ہوں گے جیسے نئی دلہن کو اس کے گرامی شوہر کے یہاں رخصت کر کے لے جاتے ہیں۔

اور عیدین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

اِذَا کَانَتْ غَدَاۃُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ الْمَلٰئِکَۃَ فِیْ کُلِّ بَلَدٍ (وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ اِلٰی اَنْ قَالَ) فَاِذَا بَرَزُوْا اِلٰی مُصَلَّاھُمْ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ (وَسَاقَ) وَیَقُوْلُ: یَا عِبَادِیْ! سَلُوْنِیْ فَوَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاتَسْئَلُوْنِیَ الْیَوْمَ شَیْئًا فِیْ جَمْعِکُمْ لِاٰخِرَتِکُمْ اِلَّا اَعْطَیْتُکُمْ وَلَا لِدُنْیَاکُمْ اِلَّا نَظَرْتُ لَکُمْ فَوَعِزَّتِیْ لَاسْتُرَنَّ عَلَیْکُمْ عَثَرَاتِکُمْ مَا رَاقَبْتُمُوْنِیْ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا اُخْزِیْکُمْ وَ

لَا اَفْضَحُكُمْ بَيْنَ اَصْحَابِ الْحُدُوْدِ وَانْصَرِفُوْا مَغْفُوْرًا لَّكُمْ قَدْ اَرْضَيْتُمُوْنِيْ وَرَضِيْتُ عَنْكُمْ۔ (شعب الایمان، ج:۳، ص:۳۴۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ عزوجل ہر شہر میں فرشتے بھیجتا ہے۔ (اس کے بعد حدیث میں فرشتوں کا شہر کے ہرنا کہ پر کھڑا ہونا اور مسلمانوں کو عید گاہ کی طرف بلانا بیان ہوا۔ پھر ارشاد ہوا) جب مسلمان عیدگاہ کی طرف میدان میں آتے ہیں (اللہ تعالیٰ فرشتوں سے یوں بیان فرماتا ہے اور ملائکہ اس سے یوں عرض کرتے ہیں پھر فرمایا) رب تبارک وتعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے: اے مرے بندو! مانگو کہ قسم مجھے اپنی عزت وجلال کی آج اس مجمع میں جو چیز اپنی آخرت کے لئے مانگو گے میں تمہیں عطا فرماؤں گا۔ اور جو کچھ دنیا کا سوال کروگے اس میں تمہارے لئے نظر کروں گا۔ (یعنی دنیا کی چیزیں خیروشر دونوں کی متحمل ہیں۔ اور آدمی اکثر اپنی نادانی سے خیر کو شر، شر کو خیر سمجھ لیتا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لہٰذا دنیا کے لئے جو کچھ مانگو گے اس میں بکمال رحمت نظر فرمائی جائے گی۔ اگر وہ چیز تمہارے حق میں بہتر ہوئی عطا ہوگی ورنہ اس کے برابر بلا دفع کریں گے یا دعا قیامت کے لئے ذخیرہ رکھیں گے اور یہ بندے کے لئے ہر صورت سے بہتر ہے) مجھے اپنی عزت کی قسم! جب تک تم میرا مراقبہ رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی پردہ پوشی فرماؤں گا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں تمہیں اہل کبائر میں فضیحت ورسوا نہ کروں گا۔ پلٹ جاؤ، مغفرت پاتے ہوئے۔ بیشک تم نے مجھے راضی کیا۔ اور میں تم سے خوشنود ہوا۔

ان ارشادات مبارکہ سے جمعہ وعیدین کی اہمیت وفضیلت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس لئے شریعت نے ان نمازوں کے لئے مسلمانوں کو خاص اہتمام کرنے کا حکم دیا ہے اور پنج وقتہ نمازوں کے لئے جو شرطیں رکھی ہیں جمعہ وعیدین کے لئے

شرطوں کا ذکر کیا ہے۔ حتیٰ کہ امامت جمعہ وعیدین کے لئے بھی کچھ اہم امور کا اس سے اضافہ کیا ہے۔ ذیل میں چند اہم اور ضروری مسائل درج کئے جا رہے چند اہم امور ہیں اور ساتھ ہی کچھ اور مفید باتیں بھی لکھی جا رہی ہیں:

چند اہم اور مفید باتیں

(۱) جمعہ کے دن ائمہ حضرات اپنی وضع قطع درست کرلیں، لباس عمدہ پہنیں اور ہو سکے تو عمامہ اور جبہ زیب تن کریں کہ لوگ آج کثیر تعداد میں آپ پر نظر رکھتے ہیں۔ اور خاص کر خطبہ کے وقت آپ کو دیکھتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ حجامت بنوانا اور ناخن ترشوانا گرچہ بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر پہلے کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) اذان اول کے بعد اور خطبہ جمعہ سے قبل کچھ دیر نمازی حضرات کے سامنے کلمات وعظ ونصیحت اور مسائل شریعت ضرور بیان کریں۔

(۳) بکثرت واقعات وحکایات کی بجائے کتاب وسنت اور اقوال ائمہ دین بتائیں تا کہ آپ کی بات سامعین پر جلد اثر انداز ہو ہاں تفہیم اور ترہیب وترغیب کے لئے کبھی کبھی واقعات کا بھی تذکرہ کرنا فائدے سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

(۴) آپ کی تقریر میں سنجیدگی اور متانت ہو، ضرورت سے زیادہ تیز آواز نہ نکالیں اور بہت تیزی سے گفتگو پیش کر کے آگے نہ بڑھتے جائیں بلکہ گفتگو کا انداز درس گاہ میں پڑھانے والا رکھیں البتہ موقع ومحل کی مناسبت سے انداز کلام بدل دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔

(۵) ترتیب وار خطاب میں زیادہ فائدہ ہے۔ مثلاً پہلے عقائد اس میں بھی پہلے الٰہیات پھر نبوات وغیرہ پھر مسائل طہارت ونماز وزکوٰۃ وغیرہ پر خطاب ہو ہاں اگر کوئی خاص موقع ہے مثلاً ماہ محرم الحرام ہے یا ماہ ذی الحجہ ہے تو شہادت سیدنا امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسائل حج وقربانی کا بیان ہو۔ اور اللہ ورسول کی محبت اور اخلاق وکردار کی اصلاح پر برابر زور دیا جائے۔

(۶) اگر ائمہ دین اور اولیائے کرام کی تاریخہائے وصال واعراس جمعہ مبارکہ میں یا اس کے قریب پڑیں تو اس حوالہ سے بھی گفتگو کرنی چاہئے۔

(۷) سامعین کو مہذب اور بہتر اسلوب میں مخاطب کریں تم اور تمہارے کی بجائے آپ کا لفظ استعمال کریں۔

(۸) مسلمانوں کی خیر خواہی اور ہمدردی اور ان کی اصلاح کے نظریے سے خطاب ہو اپنی قابلیت اور جوہر خطابت دکھانے یا مقتدیوں پر رعب جمانے کے لئے نہ ہو، یوں ہی اراکین کی تملُّق و چاپلوسی یا کسی دولتمند کی فضیلت میں بلاضرورت تقریر نہ کریں کہ اس کا نقصان آپ ہی کو اٹھانا پڑے گا۔

(۹) جس موضوع پر خطاب کرنا ہو اس پر تیاری ضرور کرلیں اور معتبر کتابیں ہی مطالعہ میں رکھیں۔

(۱۰) مسائل شرعیہ کے لئے کم از کم بہارِ شریعت، قانون شریعت، فتاویٰ فیض الرسول اور جدید مسائل کی معلومات کے لئے فتاویٰ علیمیہ کا مطالعہ کریں اور دیگر اہم اسلامی معلومات کے لئے انوار الحدیث، بزرگوں کے عقیدے اور انوار البیان کو مطالعہ میں رکھیں۔ سیدنا امام غزالی قدس سرہ اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی کتب نورٌ علی نور ہیں، اگر ان کے مطالعے کا شرف مل جائے تو کیا کہنا۔

(۱۱) اگر تقریر ختم ہونے کے بعد لوگوں کو پانچ منٹ سنت جمعہ کا موقع دینے کا رواج ہے تو انہیں اس کا موقع دیں۔ اس طرح صفوں کی ترتیب بھی درست ہو جائے گی اور لوگ سنت بھی ادا کرلیں گے۔

(۱۲) جب اذان خطبہ کا وقت ہو جائے تو بلا وجہ خاص تاخیر نہ کریں کہ لوگوں پر شاق گزرے گا بلکہ منبر پر پورے وقار اور سکون کے ساتھ جا کر وقت پر بیٹھیں اور اذان سنیں منبر کے جس زینہ پر سہولت ہو اس پر بیٹھ سکتے ہیں۔ کسی خاص زینہ کی قید نہیں ہے۔

مسئلہ اذان جمعہ

(۱۳) اذان خطبہ ہو یا کوئی اور اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے۔ لہٰذا اذان باہر اور خطیب کے سامنے ہو اگر کوئی اندر دینے پر بضد ہو تو اسے مسئلہ سمجھا دیں۔ اگر اذان باہر دینے میں خطیب کی محاذات نہ پائی جائے تو محاذات کے لئے اندر دینے کی اجازت نہیں۔ محاذات کے بغیر باہر سے اذان دی جائے گی۔

(۱۴) اذان خطبہ کا جواب مقتدیوں کو زبان سے دینا جائز نہیں ہاں امام کے لئے درست ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

مقتدیوں کو خطبے کی اذان کا جواب ہرگز نہیں دینا چاہئے۔ یہی احوط ہے۔ ہاں اگر یہ جوابِ اذان دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو حرج کوئی نہیں اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جوابِ اذان دے یا دعا کرے، بلاشبہ جائز ہے۔ (ج:۲، ص:۳۸۴)

لہٰذا آپ اذان کا جواب دے سکتے ہیں۔ البتہ کلمہ شہادت پر اگر آپ نے انگوٹھا چوما اور آنکھوں سے لگایا تو مقتدی حضرات بھی آپ کو دیکھ کر کرنے لگیں گے۔ اس لئے یا تو ان کو مسئلہ بتا دیا جائے یا پھر صرف درود شریف پڑھ لیا جائے۔

مسئلہ خطبہ جمعہ

(۱۵) خطبہ، ذکر الٰہی کا نام ہے، لہٰذا اگر کسی نے صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا سُبْحَانَ اللّٰہِ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ایک بار کہہ دیا تو فرض ادا ہو گیا مگر اتنے پر ہی اکتفا کرنا مکروہ ہے۔

(۱۶) شوافع کے نزدیک خطبہ میں وصیت تقویٰ اور درود پاک رکن ہیں لہٰذا اگر آپ کی مسجد میں شافعی حضرات بھی رہتے ہوں تو اس کا لحاظ رکھیں اور یہ جملے کہہ لیں: وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ یا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ اور اُوْصِیْکُمْ وَنَفْسِیْ بِتَقْوَی اللہِ عَزَّوَجَلَّ فِی السِّرِّ وَالْاِعْلَانِ یا
اس جیسے کچھ اور جملے کہیں۔

(۱۷) خطبہ زبانی ہو یا دیکھ کر دونوں طرح درست ہے مگر جب آپ منصب امامت پر ہیں تو خطبہ حفظ کرلیں اور زبانی خطبہ دیں۔ایک حافظ صاحب تراویح پڑھانے کے لئے بلائے گئے۔انہوں نے جمعہ کے دن خطبہ دیکھ کر پڑھا مقتدیوں نے کہا جسے خطبہ نہ یاد ہوا سے قرآن کیا یاد ہوگا؟

(۱۸) اگر آپ عربی داں ہیں تو خطبہ عربی لہجے میں اور حالات کے مطابق اپنی طرف سے عربی میں ترتیب دے سکتے ہیں۔ بلکہ یونہی کرنا چاہئے۔

(۱۹) بعض مقامات پر خطبہ کے وقت ہاتھ میں عصا لیتے ہیں یہ کوئی لازم نہیں ہے لہٰذا اگر کبھی لے لیں تو حرج نہیں لیکن بچنا بہتر ہے تاکہ اگر کبھی کوئی باہر سے آئی ہوئی شخصیت نے بغیر عصا لئے خطبہ دے دیا تو عوام میں شور وغل نہ ہو۔

ہندوستان کی مساجد میں خطبہ کے لئے حضرت علامہ رضا علی خان علیہ الرحمہ نے عربی زبان میں چند خطبے لکھ کر اپنے شاگرد رشید مولانا محمد حسن علی علمی بریلوی کو دیا اور انہوں نے اس میں کچھ اُردو اشعار کا اضافہ کر کے ''خُطب علمی'' کے نام سے مرتب کیا، چنانچہ خطب علمی کے مصنف حضرت علامہ رضا علی خان قدس سرہٗ ہیں اور اس کے مرتب حضرت مولانا محمد حسن علی بریلوی صاحب علیہ الرحمہ ہیں، جن کے متعلق سیدنا امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''مولانا محمد حسن علی علمی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سنی صحیح العقیدہ اور واعظ وناصح، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مداح اور میرے جد امجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص۳۳۸)

اور خطبات رضویہ کی ترتیب سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے لہٰذا ان کتابوں سے خطبہ دینے میں الفاظ ومعانی میں پوشیدہ مزید برکتیں بھی حاصل ہوں گی۔

(۲۰) خطبہ ختم کرنے کے بعد مکبر تکبیر کہے گا آپ یہ تکبیر منبر سے اتر کر مصلیٰ پر جاتے

ہوئے بھی سن سکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ مصلیٰ پر بیٹھ جائیں تب تکبیر کہی جائے مگر رواج یہ ہے کہ جب امام زینہ سے اتر کر مصلیٰ پر بیٹھ جاتا ہے تب تکبیر کہی جاتی ہے تو جہاں اس کے خلاف کرنے میں انتشار کا اندیشہ ہو وہاں اس کے خلاف نہ کریں۔

(۲۱) کہیں خطبہ کوئی پڑھتا ہے اور نماز کوئی پڑھاتا ہے ایسی صورت میں نماز اگرچہ ہو جائے گی مگر بہتر یہ ہے کہ جو خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے۔

(۲۲) خطیب کے لئے عبارت خطبہ کا معنی سمجھنا ضروری نہیں ہے لہٰذا معتبر خطبے کی کتابوں میں سے جو خطبہ چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

(۲۳) بعض خطبوں کے درمیان اردو وغیرہ کے اشعار لکھے رہتے ہیں دوران خطبہ وہ نہ پڑھیں کہ خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط مکروہ اور سنت موارثہ کے خلاف ہے۔

(۲۴) جب خطبہ میں غیر زبان عربی کا ملانا مکروہ ہے تو بھلا پورا خطبہ ہی عربی زبان کی بجائے دوسری زبان میں دینا کتنا سخت مکروہ ہوگا آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔

(۲۵) آج کل بعض بدعقیدہ جماعتوں نے یہ شوشہ نکال رکھا ہے کہ خطبہ کا مقصد وعظ و نصیحت ہے تو حاضرین جو زبان سمجھیں اسی میں خطبہ دیا جائے۔ حالانکہ یہ نظریہ غلط ہے۔ اس حوالہ سے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کا چشم کشا ارشاد ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

یہ امر خلاف سنت متوارثہ مسلمین ہے اور سنت متوارثہ کا خلاف مکروہ قرناً فقرناً اہل اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول و متوارث رہا ہے اور متوارث کا اتباع ضرور ہے درمختار میں ہے:

لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم۔

زمانہ صحابہ کرام میں بحمد للہ ہزار ہا بلاد عجم فتح ہوئے ہزاروں عجمی حاضر ہوئے مگر کبھی منقول نہیں کہ انہوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھا ہو یا اس میں دوسری زبان کا خلط کیا ہو۔ عوام کا یہ عذر جب صحابہ کرام کے نزدیک لائق لحاظ نہ تھا اب کیوں

مسموع ہونے لگا۔

بات یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے علم سیکھنا سب پر واجب کیا ہے۔ عوام کہ نہیں سمجھتے سبب یہ ہے کہ نہیں سیکھتے تو قصور ان کا ہے نہ کہ خطیب کا۔ آخر عوام قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے کیا ان کے لئے قرآن اردو میں پڑھا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۲۲۰)

لہٰذا ائمہ حضرات اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلیں اور کسی کے فریب میں نہ آئیں۔

(۲۶) خطبہ جمعہ سننے کے وقت سامعین کو دوزانو بیٹھنا چاہئے جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں اگر آپ ضرورت محسوس کریں اس مسئلہ کی وضاحت گاہے بگاہے کر سکتے ہیں۔

(۲۷) دونوں خطبوں کے درمیان بقدر تین آیات بیٹھنا مسنون ہے۔ اب اس بیچ اگر آپ امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لئے خود دعا کریں تو اچھا ہے اور کوئی تسبیح پڑھیں تو بھی درست ہے اور حاضرین اگر دعا کریں تو ان سے تعرض نہ کیا جائے۔

(۲۸) حالت خطبہ میں اگر ضرورت ہو تو امام کچھ بول سکتا ہے لہٰذا اگر مقتدی کوئی حرکت کر رہے ہوں یا بلا ضرورت کھڑے ہو کر خطبہ سن رہے ہوں یا کوئی چندہ مانگ رہا ہو تو عین حالت خطبہ میں بھی آپ روک سکتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اگر اثنائے خطبہ میں مثلاً کسی ہندی کو کوئی فعل ناجائز کرتے دیکھا جیسے خطبہ ہونے کی حالت میں چلنا یا پنکھا جھلنا اور وہ عربی نہیں سمجھتا تو اردو میں اسے منع کرے کہ یہ حاجت یوں ہی رفع ہوگی۔

(فتاویٰ رضویہ ج:۶، ص:۳۴۵)

بیان نماز جمعہ

(۲۹) خطبہ اور اقامت کے بعد اب آپ نماز کا آغاز کریں۔ پہلی رکعت میں ''سورۃ الجمعہ'' اور دوسری رکعت میں ''سورۃ المنافقون'' مسنون ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری میں هَلْ

اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ بھی ثابت ہے اور حسب ضرورت و مصلحت کمی بیشی کا اختیار ہے مگر قدر مسنون سے کمی نہ کی جائے اور مذکورہ سورتوں کے علاوہ پڑھنے میں بھی حرج نہیں ہے۔

(۳۰) سلام پھیرنے کے بعد زیادہ تاخیر نہ کریں اور دعا مانگ لیں۔ دعا کے متعلق گفتگو آگے آرہی ہے۔

(۳۱) یہ مسئلہ واضح ہے کہ نماز جمعہ دیہات میں جائز نہیں ہے لیکن علانیہ اس مسئلہ کو بتا کر دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے والوں کو جمعہ سے روکا نہ جائے کہ عوام جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ ہاں انہیں نرمی سے سمجھا کر جمعہ کے دن بھی ظہر پڑھنے کو بتائیں اور اگر خود آپ کہیں دیہات میں پڑھا رہے ہوں تو ظہر کی نماز بھی پڑھ لیں اور اگر فتنہ وفساد نہ ہو تو سب لوگ ظہر با جماعت پڑھیں۔

(۳۲) فقہائے کرام نے صحت جمعہ کے لئے دار الاسلام ہونے کی بھی شرط رکھی ہے لہٰذا نیپال اور یوروپ وامریکہ کے بیشتر ممالک میں اس شرط کے نہ پائے جانے کی بنا پر صحت جمعہ میں کلام ہے لیکن پڑھنے والوں کو منع نہ کیا جائے۔

امامت جمعہ

(۳۳) نماز جمعہ کی امامت نماز پنج گانہ کی امامت کی طرح نہیں ہے کہ کوئی بھی لائق امامت کھڑا ہو جائے بلکہ اس کے لئے سنی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ اور صحیح القراۃ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اہم شرط یہ ہے کہ وہ بادشاہ اسلام ہو یا اس کا نائب ہو یا اس کی طرف سے مقرر ہو۔ کتب فقہ وفتاوی اس شرط سے مملو ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

فی الواقع ادائے جمعہ کے لئے سلطان یا اس کا نائب یا ماذون یا ماذون الماذون وھلم جرًّا کا اقامت کرنا باتفاق ائمہ حنفیہ شرط ہے۔ کتب المذہب طافحۃ بذلک۔

(حوالہ سابق، ص ۴۲۸)

ہندوستان میں اقامت جمعہ کیسے ہو؟

چونکہ ہمارا ملک ہندوستان اگر چہ دار الاسلام ہے مگر یہاں نہ بادشاہ اسلام ہے نہ اس کا نائب اصلح اللہ حالها وطهرها بنجاسة الشرك والعدوان واعزفيها كلمة الاسلام وانارها بنور الايمان۔

پھر اقامت جمعہ کی کیا صورت ہوگی خدائے بزرگ و برتر ائمہ دین کی تربتوں پر رحمت ونور کی بارش فرمائے کہ انہوں نے امت مسلمہ کی ہر مشکل کا حل صدیوں پہلے پیش فرما دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس حوالہ سے جو کچھ فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر بادشاہ اسلام نہ ہو تو اس شہر کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم دین مرجع فتاوی بادشاہ اسلام کے قائم مقام ہے جیسا کہ حدیقہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذی كفاية فالامور موكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم ويصيرون ولاة۔

(ج:۱،ص:۳۵۱)

یعنی جب زمانہ با اقتدار بادشاہ سے خالی ہو تو تمام امور کی ذمہ داری علما کے سپرد ہے اور امت پر ان کی جانب رجوع کرنا لازم ہے اور وہ علما والی قرار پائیں گے۔

اور جس طرح اعلم علمائے بلد نائب سلطان ہے یونہی اس شہر میں جو قاضی شریعت ہو وہ بھی سلطان اسلام کے قائم مقام ہے اور صحیح معنی میں قاضی شریعت وہ ہوگا۔ جسے شہر یا ضلع کے ارباب علم وحکمت نے منتخب کیا ہو یا اس دور میں قاضی القضاۃ فی الہند سیدی علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری بریلوی قدس سرہ کا مقرر کردہ ہو یا نائب قاضی القضاۃ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہ اور صاحبزادہ والا تبار جانشین حضور تاج الشریعہ علامہ محمد عسجد رضا خاں قادری قاضی القضاۃ فی الہند بریلی شریف کی جانب سے مقرر کیا گیا ہو، اب اگر کوئی بقلم خود قاضی شریعت بن بیٹھے تو وہ شرعاً قاضی نہیں کہلائے گا۔

لہٰذا موجودہ حالت میں ہندی مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر شہر میں قاضی شریعت مقرر ہے تو اس کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کریں اور اگر چند مساجد میں جمعہ قائم کرنے کی ضرورت ہو تو پھر قاضی شریعت خود آ کر جمعہ قائم کر دے یا کسی لائق امامت کو اجازت دے دے جو جمعہ کی امامت کرے۔ اور اگر وہاں قاضی شریعت نہ ہو تو شہر کا جو سنی صحیح العقیدہ عالم دین مسائل شریعت کا سب سے زیادہ جانکار ہو وہ یہ ذمہ داری نبا ہے اور لوگ اس کی اقتدا یا اس کے مقرر کردہ امام کی اقتدا میں نماز پڑھیں۔ اور اگر قاضی شریعت موجود ہے یا وہ تو نہیں لیکن اعلم علمائے بلد موجود ہے اور لوگوں نے اپنے طور پر کسی کو امام بنا کر اس کی اقتدا میں نماز جمعہ پڑھ لی تو جمعہ ہرگز صحیح نہ ہوگا جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا۔

ہاں اگر شہر میں نہ کوئی صحیح معنی میں قاضی شریعت ہے نہ کوئی سنی عالم دین مسائل شرعیہ کا سب سے زیادہ جانکار ہے تو بوجہ مجبوری شریعت یہ اجازت دیتی ہے کہ عوام مسلمین کسی کو امامت جمعہ کے لئے مقرر کر لیں ان طریقوں پر چل کر ہی نماز جمعہ صحیح ہو سکتی ہے۔

فقیر نے یہ تفصیل سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درج ذیل ارشاد کی روشنی میں لکھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا قول فیصل

جمعہ و عیدین و کسوف کی امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے پنج گانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القراۃ صحیح الطہارۃ مرد عاقل بالغ غیر معذور امامت کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلاۃ خلف کل بر و فاجر کے یہی معنی ہیں۔

مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا۔ اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔ **اولاً:** وہ سلطان اسلام ہو۔

ثانیاً: جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں یہ امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔

ثالثاً: جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجبوری عام مسلمان جسے مقرر کر لیں۔

بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں، اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا۔

ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے۔ اعلم علمائے بلد کہ اس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں ان کا امام عام ہے۔ اور بحکم قرآن عظیم ان پر اس کی طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے۔

جمعہ وعیدین وکسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے۔ اس کے خلاف پر عوام بطور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اس حالت میں روا رکھا گیا ہے۔ جب امام عام موجود نہ ہو اس کے ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ م ج:۶ ص:۲۷۹)

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اگر شہر کی کسی مسجد میں پہلی بار جمعہ کی نماز قائم کرنے کا معاملہ ہو تو آپ فوراً جمعہ قائم نہ کر دیں بلکہ قاضی شریعت وہ نہ ہو تو اعلم علمائے بلد سے اجازت لیں۔ پھر جمعہ قائم کریں ہاں اگر دونوں میں سے کوئی نہ ہو تو عام مسلمین کی جانب سے اقامت جمعہ کے لئے آپ کا تقرر ہو پھر آپ نماز پڑھائیں چونکہ مسجدیں عموماً کمیٹیوں کے زیر انتظام رہتی ہیں اس لئے راقم الحروف کی فہم ناقص کے مطابق کمیٹی کا تقرر بھی معتبر ہوگا۔ اور بوجہ مجبوری جس طرح عوام مسلمین کو امام جمعہ منتخب کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور ان کے انتخاب کا شرعاً اعتبار ہے۔ یوں ہی کمیٹی کے انتخاب وتقرر کا بھی اعتبار ہے بشرطیکہ کمیٹی کسی لائق امامت شخص کو منتخب کرے۔

(۳۴) شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے مگر خواہ مخواہ جماعت پراگندہ کرنا اور محلہ محلہ جمعہ

قائم کرنا نہ چاہئے۔ آپ پہلے حالات کا جائزہ لیں اگر ضرورت سمجھیں تو نیا جمعہ قائم کریں ورنہ نہیں۔

(۳۵) اگر آپ شرعی طور پر امام جمعہ ہیں تو اب آپ کی اجازت کے بغیر دوسرا شخص کتنا ہی بڑا عالم و فاضل ہو جمعہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔ راقم نے بعض عالم نما لوگوں کو دیکھا ہے کہ امام جمعہ کی اجازت کے بغیر بزعم ہمہ دانی منبر پر جا کر بیٹھ گئے بالآخر بعد میں رسوا ہونا پڑا۔

ہاں اگر آپ نے اجازت دے دی یا بغیر اجازت کوئی پڑھایا اور آپ شریک نماز ہو گئے تو جمعہ ہو گیا ورنہ نہیں۔ بہار شریعت میں ہے:

بادشاہ نے جسے جمعہ کا امام مقرر کر دیا وہ دوسرے سے بھی پڑھوا سکتا ہے۔ (ج:۴،ص:۷۶۵)

اسی میں ہے:

امام جمعہ کی بلا اجازت کسی نے جمعہ پڑھایا اگر امام یا وہ شخص جس کے حکم سے جمعہ قائم ہوتا ہے شریک ہو گیا تو ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

(حوالہ سابق)

(۳۶) اگر جمعہ قائم کرنے کے لئے قاضی شریعت یا اعلم علمائے بلد سے اجازت لینے میں دشواری ہو تو اب عام لوگ کسی لائق امامت شخص کو مقرر کر سکتے ہیں۔ بہار شریعت میں ہے:

اگر بادشاہ سے اجازت نہ لے سکتے ہوں جب بھی کسی کو مقرر کر سکتے ہیں۔

(ج:۴،ص:۷۶۵)

(۳۷) اگر امام مسافر ہے تو بھی نماز جمعہ پڑھا سکتا ہے لہٰذا آپ اپنی مسجد میں مسافر ہوتے ہوئے بھی امامت جمعہ کر سکتے ہیں البتہ یہ مسئلہ نہایت اہم اور توجہ کا طالب ہے کہ بعض ائمہ خطابت کے لئے دور دراز علاقوں میں جانے کی وجہ سے شرعاً مسافر ہو جاتے ہیں اور واپس پہنچ کر مسافر ہوتے ہوئے پنج وقتہ نمازیں

پوری پڑھاتے ہیں جبکہ مسافر پر قصر لازم ہے لہٰذا ایسے حضرات مسائل شریعت کو خاص طور پر پیش نظر رکھیں اور مواخذۂ آخرت سے خوف کھائیں۔

(۳۸) اگر نماز جمعہ وعیدین میں سجدہ سہو واجب ہو جائے اور مجمع کثیر ہو تو سجدہ سہو کرنا واجب نہیں ہے، لہٰذا اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے خواہ جمعہ میں یا عیدین کی نماز میں تو آپ کو سجدہ سہو نہ کرنے کی اجازت ہے تاکہ لوگوں میں انتشار نہ ہو البتہ اس مسئلہ سے لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے۔

(۳۹) پنج گانہ نماز میں دو آدمیوں سے ہی جماعت قائم ہو سکتی ہے مگر نماز جمعہ میں کم از کم تین مرد کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے آپ کے مقتدی کم از کم تین لوگ ہوں پھر جمعہ قائم کریں۔

(۴۰) بعض مواقع پر کچھ لوگ نفل نماز بھی جماعت سے پڑھتے ہیں۔ آپ ان کو مسئلہ بتائیں کہ یہ مکروہ ہے اور آپ خود بچیں۔

(۴۱) بعض حضرات اپنے احاطہ وغیرہ میں مسجد بنا لیتے ہیں اور وہاں نماز جمعہ ہوتی ہے اگر عام مسلمانوں کو وہاں جانے کی اجازت ہو تو جمعہ ہوگا ورنہ نہیں اس لئے اگر آپ ایسی جگہ امام ہیں تو یہ مسئلہ پیش نظر رکھیں۔

ایک مسجد یا عیدگاہ میں دو جمعہ وعیدین کا حکم

آج کل کچھ شہروں میں بڑھتی آبادی کی بنا پر بعض مساجد میں دو بار جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھی جا رہی ہے۔ اس طرح قیام جمعہ کے سلسلے میں چند امور واجب اللحاظ ہیں جو درج ہیں۔

ایک ہی مسجد میں دو بار جمعہ کی نماز پڑھنے کی کئی صورتیں ہیں، وہ صورتیں مع احکام ملاحظہ ہو۔

پہلی صورت: مسجد میں نماز جمعہ بادشاہ اسلام یا اس کے نائب یا اس کے مقرر امام کی اقتدا میں اور یہاں ملک ہندوستان میں قاضی شریعت یا اعلم علمائے بلد اور ان کی عدم

موجودگی میں عام لوگوں کے منتخب امام کی اقتدا میں پڑھ لی گئی اور حکم شرع کے مطابق وہ نماز ہوگئی اور کچھ لوگ اس نماز میں شریک ہونے سے رہ گئے۔ اب انہوں نے اگر جمعہ قائم کرلیا۔ یہ جمعہ ہوایا نہیں؟

ائمہ فقہ کی صراحت کے مطابق ان چند لوگوں کا جمعہ پڑھنا غلط ہوا، وہ نماز صحیح نہیں ہوگی اور ان پر فرض ہے کہ الگ الگ نماز ظہر پڑھیں ورنہ فرض سر پہ رہ جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

آج کل جہال میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمعہ یا نماز عید نہ ملی کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہرا کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوئی اور اس کے پڑھنے کا گناہ الگ ہوتا ہے۔ (ج:۳،ص:۷۰۷)

دوسری صورت: مسجد میں شریعت کے مطابق نماز جمعہ ادا کرلی گئی اور کچھ لوگوں نے براہ نفسانیت ومخالفت الگ سے آکر جمعہ کی نماز پڑھی اب اس نماز کا کیا حکم ہے؟

شریعت طاہرہ کی روشنی میں جب ایک مسجد میں نماز جمعہ صحیح طور پر ادا کرلی گئی تو کچھ لوگوں کا دوبارہ اسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا ناجائز وگناہ ہے۔ ان کا جمعہ صحیح نہیں اور فرض ذمہ پر باقی رہے گا۔ چانچہ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے ایک سوال کا جواب یوں درج ہے:

جمعہ وعیدین وکسوف میں ہر شخص امامت نہیں کرسکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطان اسلام کا مقرر کردہ یا اس کا ماذون ہو، ہاں جہاں یہ نہ مل سکے تو بضرورت عام اہل اسلام کسی کو امام مقرر کرلیں۔ جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا، اس دوسرے شخص کی امامت صحیح نہ ہوئی۔ اس کے پیچھے نماز عید وجمعہ محض باطل ہوں گی وہ (امام) سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہوگا اور اتنے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کردے گا۔ (ج:۳،ص:۷۰۷، ملخصًا)

تیسری صورت: مسجد کے امام معین نے اپنی شرارت کی بنا پر یا اپنی کسی ضرورت کے تحت وقت مقرر سے پہلے چند لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ لی اور عامہ مسلمین وقت متعین پر حاضر ہوئے اور کسی کو امام مقرر کر کے نماز پڑھی اس نماز کا کیا حکم ہے؟

اس نماز سے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:
اگر امام معین نے براہ شرارت خواہ اپنی کسی خاص حاجت کے سبب جلدی کی اور وقت معہود سے پہلے معدودے چند کے ساتھ نماز پڑھ لی۔ عامہ جماعت مسلمین وقت معین پر حاضر ہوئی تو اب ظاہراً مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ انہیں جائز ہو کہ دوسرے شخص کو باتفاق عام مسلمین امام مقرر کریں اور نماز جمعہ پڑھیں۔

لحصول الضرورة بالضرورة و لم تندفع بما فعل الامام بل لم يحصل من فعله ماكان نصبه له فمانصب الا للعامة لا بعدة نفر كمالا يخفى وليحرر۔ (ج:۳،ص:۷۰۸)

چوتھی صورت: مسجد میں مجمع کثیر ہے اور اب اس مسجد میں نمازیوں کی بالکل گنجائش نہیں رہ گئی ہے اور کثیر مسلمان ابھی نماز جمعہ پڑھنے سے رہ گئے ہیں اور وہاں نہ کوئی ایسی مسجد ہے کہ جہاں سب جاسکیں نہ کوئی میدان یا مکان ہے کہ جہاں دوسرا جمعہ قائم ہو سکے تو دوبارہ اسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

اس مسئلہ سے متعلق نظر فقیر میں کوئی عبارت اور جزئیہ اب تک نہیں آیا البتہ نماز عید سے متعلق فتاوی رضویہ میں یہ سوال ہے کہ اگر ایک ہی عیدگاہ میں ایک ہی دن دو امام نے نماز عید پڑھائی تو کیا حکم ہے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا:
اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں جائز ہو گئیں۔

(ج:۳،ص:۸۰۳)

اس ارشاد سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ ایک ہی جگہ پر دو مرتبہ نماز عید ہو سکتی ہے جبکہ دونوں امام ماذون ہوں اور شرائط میں عیدین کی ہی طرح نماز جمعہ بھی ہے تو اگر ضرورت و مجبوری ہو تو ایک ہی مسجد میں دوبار نماز جمعہ بھی ادا کر سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ جس شہر میں قاضی شریعت ہو اور وہ نہ ہو تو اعلم علمائے بلد سے اجازت لے لی جائے اور اس کی جانب سے امام متعین و ماذون ہو جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جہاں سچی مجبوری اور شرعی ضرورت متحقق ہو وہاں ایک ہی مسجد میں دو امام جمعہ مقرر کر کے دو بار نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان سب کی نماز صحیح و درست ہوگی اور یہی سب صورتیں نماز عیدین کے لئے بھی ہیں۔

راقم الحروف نے نماز جمعہ کی تکرار کے حوالہ سے اپنی فہم ناقص کے مطابق جو سمجھا اسے ہدیہ اہل علم کر دیا ہے۔ امید ہے کہ رب کائنات کے کرم اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حق و صواب پر مشتمل ہوگا۔

نمازعیدین کا بیان

یہ بات ماسبق میں آچکی ہے کہ جس طرح نماز جمعہ کی امامت کے لئے کچھ اہم شرائط ہیں۔ یوں ہی نماز عیدین کے لئے بھی وہ شرائط ہیں، لہٰذا ائمہ حضرات ان کا خیال رکھیں تا کہ نماز صحیح ہو سکے:

(۱) ائمہ حضرات کو چاہئے کہ نماز عیدین سے پہلے والے جمعہ میں ان کے احکام اور طریقۂ نماز کو بتادیں اور خود بھی ان کے مسائل پر ایک نظر ڈال لیں۔

(۲) عیدین کی تکبیر زائد میں کبھی کبھی بھول ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کے احکام بغور مطالعہ کر کے ذہن میں محفوظ رکھیں تا کہ عین موقع پر اختلاف و انتشار پیدا نہ ہو۔

(۳) تکبیر زائد کے کہنے میں اگر کمی کر دی کہ چھ کی جگہ پانچ کہی گئی تو سجدہ سہو واجب ہے۔ مگر آپ یہ جانتے ہیں کہ اگر مجمع کثیر ہو تو سجدہ سہو نہ کرنا بہتر ہے اس لئے حالات دیکھ کر آپ فیصلہ کریں۔

(۴) اور اگر غلطی سے چھ کی بجائے سات یا آٹھ تکبیر کہہ دی گئی تو یہ بہتر نہیں ہے۔ مگر اس میں سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی بتادیا کریں۔

(۵) عیدین کی نماز میں عموماً کثیر مسلمان جمع ہوتے ہیں اس لئے نماز سے قبل کلمات وعظ و نصیحت اور پیغاماتی بیان ضرور پیش کریں اور بالخصوص اپنے ایمان و عقیدے کے تحفظ اور اسلام کی عظمت کے حوالہ سے سنجیدہ لب و لہجہ میں ضرور تقریر کریں اور بہر حال اپنے بیان کو مدلل طور پر پیش کریں۔

(۶) اس وقت (وقت تحریر کتاب ۱۴۴۱ھ / ۲۰۱۹ء) حکومت ہند، اسلامی آثار و

قوانین کو مٹانے پر تلی ہوئی ہے اور جبر و استبداد کی پرانی داستان دہرائی جا رہی ہے۔ اس لئے آپ کی گفتگو بہت محتاط اور انداز کلام بہت نرم ہو۔ البتہ اسلامی قوانین کی عظمت و اہمیت اور مسلمانوں کو اسلامی احکام پر سختی سے عمل کرنے اور بدعملیوں سے باز آنے پر خوب زور دیں اور اللہ و رسول کا خوف دلائیں۔

(۷) سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے امت مسلمہ کے بگڑتے حالات کو دیکھ کر ایک سوال کے جواب میں "تدبیر فلاح و نجات واصلاح" نامی رسالہ تحریر فرمایا ہے اسے مطالعہ کرلیں اور حالات کے اعتبار سے وہ تدبیریں قوم کو بتائیں۔

(۸) ملکی سیاست کے حوالہ سے بہت سوچ سمجھ کر بلکہ وکلا سے مشورہ کے بعد ہی کوئی بیان دیں ورنہ سکوت اختیار کریں۔

(۹) اس گزارش کا یہ مطلب ہرگز نہ لیں کہ حق بات نہ کہی جائے اور ظلم کے خلاف آواز بلند نہ کی جائے بلکہ عرض غرض یہ ہے کہ آپ خود کو ملکی قانون کی زد سے بچا کر گفتگو کریں اور ظلم و تشدد کی مذمت ساتھ ہی بدعقیدوں اور مشرکوں سے نفرت کا اظہار احسن طریقہ سے کریں۔

باب پنجم

دُعا و درود و سلام کے فضائل و مسائل

اعمال صالحہ کے بعد دعا بارگاہ خداوندی میں جلد قبول ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ پڑھے عام طور سے مسلمانوں کے درمیان یہ رائج ہے کہ بعد نماز اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں دعا مانگی جاتی ہے اور اس کی بارگاہ سے اپنی امیدوں کی تکمیل کی خاطر التجا کی جاتی ہے۔

قرآن و حدیث میں دعا مانگنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے اور اس کے فوائد و فضائل بھی بتائے گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ (سورۃ المومن:۶۰)

ترجمہ: تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

اور فرماتا ہے:

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (سورۃ البقرہ:۱۸۶)

ترجمہ: قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب مجھے پکارے۔

اور حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَ اَنَا مَعَهٗ اِذَا دَعَانِیْ۔ (بخاری شریف، ج:۲،ص:۱۱۰۱)

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے۔

اور فرماتا ہے:

يَا ابْنَ آدَمَ اِنَّكَ مَادَعَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَاكَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ۔

(ترمذی شریف، ج:۲،ص:۶۲)

ترجمہ: اے ابن آدم! تو جب تک مجھ سے دعا کرے گا میں تیرے گناہ بخشار ہوں گا اور مجھے کچھ پروانہیں ہے۔

اور رسول گرامی وقار علیہ التحیۃ والثنا ارشاد فرماتے ہیں:

عَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ۔ (بخاری شریف، ج:۲،ص:۱۹۳)

ترجمہ: خدا کے بندو! دعا کو لازم پکڑو۔

اور فرماتے ہیں:

صَلُّوْا عَلَيَّ وَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ۔ (سنن نسائی شریف، ج:۱،ص:۱۹۰)

ترجمہ: مجھ پر درود بھیجو اور دعا میں کوشش کرو۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

تَدْعُوْنَ اللّٰهَ لَيْلَكُمْ وَنَهَارَكُمْ فَاِنَّ الدُّعَاءَ سَلَاحُ الْمُؤْمِنِ۔

(مسند ابو یعلی، ج:۲،ص:۳۲۹)

ترجمہ: رات دن خدا سے دعا کرو، کیونکہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔

ایک اور حدیث مبارک ہے:

قَالَ: مُعَقَّبَاتٌ، لَايَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ تُسَبِّحُ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَتَحْمَدُهٗ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ وَ تُكَبِّرُهٗ اَرْبَعًا وَّ ثَلٰثِيْنَ۔

(ترمذی شریف، ج:۲،ص:۱۷۷)

ترجمہ: فرمایا: کچھ معقبات ہیں یعنی بعد میں پڑھنے کی چیزیں ہیں۔ ان کا قائل محروم نہیں رہتا تو ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھو۔

ایک حدیث میں ہے:

لَاتَعۡجِزُوۡا فِی الدُّعَاءِ فَاِنَّہٗ لَنۡ یَّھۡلِكَ مَعَ الدُّعَاءِ اَحَدٌ۔

(المستدرک، ج:۱، ص:۴۹۴)

ترجمہ: دعا میں کوتاہی مت کرو کیونکہ جو دعا کرتا رہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔

ان روشن ارشادات کے علاوہ بھی بہت سے ارشادات کتاب وسنت میں موجود ہیں جن میں دعا کرنے کے فوائد ومنافع اور درود وسلام پیش کرنے کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے، لہٰذا آدمی کوئی جلسہ کرے، کوئی عبادت کرے یا کوئی کارخیر کرے تو دعا کرنی چاہئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ وعلیہ وسلم کی بارگاہ میں درود وسلام کا ہدیہ بھی پیش کرتے رہنا چاہئے۔ نماز کے بعد دعا سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارۡغَبۡ۔ (سورۃ الم نشرح، ۷، ۸)

جب تو فراغت پائے تو مشقت کر اور اپنے رب کی طرف راغب ہو۔

اس کی تفسیر میں صاحب جلالین فرماتے ہیں:

فاذا فرغت من الصلاۃ فارغب اتعب فی الدعاء والی ربك فارغب تضرع۔ (تفسیر الجلالین، ص:۵۰۲)

یعنی جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں تعب اور مشقت کرو اور اپنے رب کے سامنے تضرع وزاری بجالا۔

ضروری باتیں

تفصیل کے ساتھ دعا کے آداب اور قبولیت دعا کے شرائط جاننے کے لئے خاتم المحققین علامہ نقی علی خان قادری قدس سرہ کی کتاب ''احسن الوعا لاداب الدعا'' کا مطالعہ مفید ہوگا یہاں چند اہم باتیں اور ضروری مسائل درج کئے جاتے ہیں:

(۱) بعد سلام امام کا قبلہ رو بیٹھے رہنا مکروہ ہے سنت یہ ہے کہ دائیں بائیں یا مقتدیوں کی طرف رخ کرلے لہٰذا نماز پنجگانہ ہو یا جمعہ وغیرہ ہر نماز کے بعد امام کو چاہئے کہ قبلہ سے انحراف کرلے۔

(۲) بعد سلام اور قبل دعا اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ لوگوں پر گراں گزرے بعض ائمہ بہت دیر تک وظیفہ پڑھنے کے بعد دعا مانگتے ہیں ایسا نہ کریں۔

(۳) جن نمازوں کے بعد سنت ہے یعنی جمعہ وظہر اور مغرب وعشا خاص کر ان میں طویل تاخیر جو موجب گرانی ہو نہ کی جائے بلکہ دعا بھی مختصر کی جائے۔

(۴) فجر و عصر کی نماز کے بعد اگر مقتدیوں پر دشوار نہ ہو تو طویل وظیفہ اور طویل دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵) آیت الکرسی اور کلمات تسبیح کی مقدار تاخیر خواہ مقتدیوں پر گراں ہی گزرے شرعاً ممنوع نہیں ہے تو اگر کوئی آپ کی اتنی تاخیر پر چیں بہ جبیں ہو تو اسے سمجھا دیں۔

(۶) بزرگان دین نے تاثیر دعا کے لئے بڑی شرطیں لکھی ہیں مگر چند نہایت اہم ہیں ان میں اکل حلال، صدق مقال، اخلاص، تقویٰ، شعائر اللہ کی تعظیم، حضور قلب اور مضبوط عقیدہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لئے ان کا خیال رکھیں۔

(۷) ہر دعا کی ابتدا اور اختتام درود پاک پر کریں۔

(۸) جو دعائیں احادیث میں وارد ہیں ان میں کچھ کو یاد رکھیں وہی دعا مانگیں۔

(۹) مگر بزرگوں سے منقول دعا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۰) دعا عربی زبان کے علاوہ اپنی مادری زبان میں بھی کر سکتے ہیں۔

(۱۱) بعض حضرات ہر دعا میں ختم کے وقت آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ پڑھتے ہیں پھر مقتدی حضرات درود پاک کا ورد کرتے ہیں اس کے پڑھنے میں بھی وقت کا خیال رکھیں۔

(۱۲) نماز جمعہ و عیدین میں مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور جمع کثیر میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے لہٰذا پہلے سے دعا کی اہمیت بتادیں اور اسلام وسنت کی سربلندی، امت مسلمہ کی کامیابی اور ملک میں امن وامان قائم رہنے کے لئے خوب دعائیں مانگیں۔

(۱۳) دعا کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کرتے ہوئے یہ

عرض کرنا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا
یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ غَمٍّ مُّغْرَقٌ
خُذْ یَدِیْ سَہِّلْ لَنَا اِشْکَالَنَا

شرعا درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یونہی مناجات رضویہ یعنی

یا الٰہی رحم فرما مصطفی کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

پڑھنا بھی درست ہے خواہ نماز کے بعد دعا کریں یا کسی اور موقع پر کریں۔

(۱۴) بعض مقامات پر امام کے سلام پھیرتے ہی لوگ بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں شرعاً اس میں قباحت نہیں ہے مگر بہت تیز آواز میں نہیں کرنا چاہئے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

''اجتماع ہوکر ذکر حسن ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔

وان ذکرنی فی ملأ ذکرته فی ملأ خیر منه۔

ذکر بجہر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے مگر ایسا جہر جس سے کسی کی نماز، تلاوت یا نیند میں خلل آئے یا مریض کو ایذا پہنچے ناجائز ہے۔ (ج:۹:ص:۱۲۶ ق)

(۱۵) اکثر مساجد میں فجر و عصر کی نماز و دعا کے بعد کھڑے ہوکر صلاۃ و سلام پڑھا جاتا ہے یہ بہتر ہے مگر اس کا خیال رکھا جائے کہ زیادہ طویل سلام نہ ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ فجر میں ''سلام رضا'' کے زیادہ سے زیادہ پانچ اشعار اور پھر ''یا نبی سلام علیک'' پڑھ کر مختصر دعا کرلیں اور نماز عصر کے بعد اگر انفراداً پڑھیں تو اپنی مرضی ہے لیکن اگر اجتماعی سلام ہوتا ہو تو ''یا نبی سلام علیک'' ایک بند پڑھ کر دعا کرلیں اور بہرحال یہ لحاظ رہے کہ سلام بہت بلند آواز سے نہ پڑھیں۔ بعد جمعہ

سلام پڑھنے میں بھی مقتدی حضرات کا خیال رکھیں۔

(۱۶) بعض مساجد میں سنی نما بدعقیدے بھی نماز پڑھنے آتے رہتے ہیں اور وہ طرح طرح سے صلاۃ وسلام مع قیام پر اعتراض کرتے ہیں آپ ان کی قطعاً نہ سنیں اور اپنے معمول کے مطابق اسلام وسنیت کی نشر واشاعت میں لگے رہیں۔

(۱۷) اگر صلاۃ وسلام باآواز بلند پڑھنے میں واقعی کچھ سنیوں کی نماز میں خلل ہوتا ہو تو دو ایک شعر پڑھ کر دعا کرلیں مگر بالکل بند نہ کریں۔ صبح کے سلام میں بہت سے نمازی سلام کی آواز سن کر بیدار ہو سکتے ہیں اور بھی اس کے فوائد ہیں۔

(۱۸) سلام ودعا سے فراغت کے بعد دو چند منٹ بہار شریعت، انوار الحدیث، قانون شریعت یا اسی طرح کی کسی بھی کتاب سے مسائل بیان کرنے کے لئے اگر خود کو آمادہ رکھیں تو بہتر ہے خواہ بعد عصر ہو یا اور کسی نماز کے بعد ہو۔

(۱۹) ان امور سے فراغت کے بعد بھی کوئی آپ سے تنہائی میں اپنی بات کرنا چاہتا ہوگا۔ اس لئے آپ اپنے بیٹھنے کی جگہ صاف ستھری رکھیں وہاں سامان پھیلا کر نہ رکھیں۔ پلیٹ، ٹفن بکھری نہ رہنے دیں کم از کم ہفتہ میں ایک دن حجرہ اور نشست گاہ کو صاف ستھری کرالیں تا کہ کسی بھی طبقے کا آدمی کچھ وقت آپ کے ساتھ بیٹھ سکے۔

راقم ایک جگہ امام صاحب کے حجرہ میں چلا گیا تو کیا پایا، نہایت گندی چادر اور تکیہ اور چار پائی کے پاس ایک بڑا ڈبہ جس میں بھری پیک اور بلا مبالغہ تقریباً ایک پاؤ بیڑی کے ٹکڑے اور پورا کمرہ بدبودار۔ آپ غور کریں کیا یہی اسلامی زندگی ہے؟

چند اہم دُعائیں

(۲۰) چونکہ آپ امام ہیں تو لوگ آپ سے اپنی روحانی مشکلات کا حل بھی چاہیں گے۔ اس لئے کچھ دعائیں درج کی جاتی ہیں۔ مگر یاد رکھیں! دعا، تعویذ کے لئے بے پردہ عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے پاس ہرگز نہ آنے دیں۔ ورنہ نتیجہ بُرا نکلے گا۔

۱- ''سورۂ والعادیات'' سات بار پڑھ کر دم کر دیں تو نظر لگی ہوئی دفع ہو جائے گی۔

۲- اگر کوئی لاولد ہو تو اس کو روزانہ پانچ سو بار ''سورۂ کوثر'' پڑھنے کو بتائیں تین ماہ تک پڑھنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ حمل قرار پائے گا۔

۳- سحر زدہ پر ''سورۂ فلق اور ناس'' سو، سو بار پڑھ کر دم کریں یا پانی پر دم کر کے پلائیں سحر کا اثر زائل ہو جائے گا۔

۴- اگر کوئی دماغ کی کمزوری کی شکایت کرے تو اسے بتائیں کہ ہر روز نماز کے بعد سر پر داہنا ہاتھ رکھ کر گیارہ بار ''یَاقَوِیُّ'' پڑھو۔

۵- اگر کوئی درد شکم میں مبتلا آئے تو درج ذیل آیت کریمہ پانی وغیرہ پر دم کر کے پلائیں یا لکھ کر پیٹ پر باندھ دیں۔

لَا فِیۡهَا غَوۡلٌ وَّلَا هُمۡ عَنۡهَا یُنۡزَفُوۡنَ۔ (سورۃ الصّٰفّٰت: ۴۷)

۶- اگر بخار والا آئے تو یہ آیت کریمہ اس پر دم کریں اور لکھ کر گلے میں ڈال دیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قُلۡنَا یٰنَارُ كُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ۔ (سورۃ الانبیاء: ۶۹)

۷- بخار جاڑے کے ساتھ ہو تو یہ آیت کریمہ لکھ کر گلے میں ڈال دیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖهَا وَ مُرۡسٰهَا اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔ (سورۃ ہود: ۴۱)

۸- پیدائش کے درد میں یہ آیت پرچہ پر لکھ کر کپڑے میں لپیٹ کر عورت کی بائیں ران میں باندھیں یا سات بار گڑ پانی پر دم کر کے کھلائیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ﴿۲﴾ وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ﴿۳﴾ وَاَلۡقَتۡ مَا فِیۡهَا وَتَخَلَّتۡ ﴿۴﴾ (سورۃ الانشقاق: ۱ تا ۴)

۹- دودھ کم ہونے کی شکایت میں درج ذیل دونوں آیتیں بسم اللہ سمیت نمک پر سات بار دم کر کے ارد کی دال میں کھلائیں۔

وَالۡوَالِدٰتُ یُرۡضِعۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ حَوۡلَیۡنِ كَامِلَیۡنِ لِمَنۡ اَرَادَ اَنۡ

يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ (سورۃ البقرہ:۲۳۳)

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ (سورۃ النحل:۶۶)

۱۰- دردسر میں مبتلا پر بار بار درج ذیل دعا پڑھ کر دم کریں اور اسی کو لکھ کر سر میں باندھ دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ ، بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ بِيَدِهِ الشِّفَاءُ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَايَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَافِي السَّمَاءِ۔

۱۱- دل (ہارٹ) کی تمام بیماریوں کے لئے ہر نماز کے بعد داہنا ہاتھ دل کے اوپر رکھ کر ۱۱/ بار پڑھ کر دم کریں اور صبح و شام پانی پر دم کر کے پیئیں۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (سورۃ الرعد:۲۸)

برائے استغاثہ وتوسل

مشکل گھڑی میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کے ساتھ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ کے لئے یوں عرض کریں:

بکار خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یارسول اللہ

ندارم جز تو ملجائے ندانم جز تو ماوائے
توئی خود ساز و سامانم اغثنی یارسول اللہ

شہا بیکس نوازی کن طبیبا چارہ سازی کن
مریضِ درد عصیانم اغثنی یارسول اللہ

اگر رانی وگر خوانی غلامم انت سلطانی
دگر چیزے نمی دانم اغثنی یارسول اللہ

بکہف رحمتم پرور ز قطمیرم مَنہ کم تر
سگِ درگاہِ سلطانم اغثنی یارسول اللہ

گدائے آمدائے سلطاں بامید کرم نالاں
تہی داماں مگرِ دانم اغثنی یارسول اللہ

اگر می رانیم از در بمن بنما دَرے دیگر
کجا نالم کرا خوانم اغثنی یارسول اللہ

رضایت سائلِ بے پر توئی سلطاں لاتنہر
شہا بہرے ازیں خوانم اغثنی یارسول اللہ

برائے استغاثہ و توسل

مشکل گھڑی میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کے ساتھ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ کے لئے یوں عرض کریں:

بکار خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یارسول اللہ

ندارم جز تو ملجائے ندانم جز تو ماوائے
توئی خودساز و سامانم اغثنی یارسول اللہ

شہا بیکس نوازی کن طبیبا چارہ سازی کن
مریضِ دردِ عصیانم اغثنی یارسول اللہ

اگر رانی وگر خوانی غلامم انت سلطانی
دگر چیزے نمی دانم اغثنی یارسول اللہ

بکہف رحمتم پرور زِقطمیرم مَنہ کم تر
سگِ درگاہِ سلطانم اغثنی یارسول اللہ

گدائے آمدائے سلطاں بامید کرم نالاں
تہی داماں مگرِ دانم اغثنی یارسول اللہ

اگر می رانیم از در بمن بِنما درے دیگر
کجا نالم کِرا خوانم اغثنی یارسول اللہ

رضایت سائلِ بے پر توئی سلطاں لاتنہر
شہا بہرے ازیں خوانم اغثنی یارسول اللہ

اور سرکارِ غوثیت مآب حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں یوں عرض کریں:

طلب کا منہ تو کس قابل ہے یا غوث
مگر تیرا کرم کامل ہے یا غوث

دوہائی یا محی الدین دوہائی
بلا اسلام پر نازل ہے یاغوث

وہ سنگیں بدعتیں وہ تیزیِ کفر
کہ سر پر تیغ دل پر سِل ہے یاغوث

عزوماً قاتلاً عند القتال
مدد کو آ دمِ بسمل ہے یا غوث

غیورا اپنی غیرت کا تصدُّق
وہی کر جو ترے قابل ہے یاغوث

نہ دیکھوں شکلِ مشکل تیرے آگے
کوئی مشکل سی یہ مشکل ہے یاغوث

تو قوت دے میں تنہا کام بسیار
بدن کمزور دل کاہل یا غوث

عدو بد دین مذہب والے حاسد
تو ہی تنہا کا زورِ دل ہے یاغوث

حسد سے ان کے سینے پاک کردے
کہ بدتر دِق سے بھی یہ سِل ہے یاغوث

رضا کا خاتمہ بالخیر ہوگا
تری رحمت اگر شامل ہے یاغوث

بابِ ششم

مسجد کے اراکین و مصلیان اور ان کی ذمہ داریاں

شریعت مطہرہ کے مطابق مسجدیں اللہ عزوجل مجدہ کی خالص ملکیت ہیں۔ ان میں کسی بندہ کے لئے ملکیت کا شائبہ بھی نہیں رہتا ہے۔ گویا مسجد اور ملکیتِ غیر اللہ میں منافات ہے، جو جگہ مسجد ہے کسی شخص کی ملکیت نہیں اور جو جگہ کسی شخص کی ملکیت ہے وہ شرعاً مسجد نہیں ہے۔ مسجد وقف للہ ہوتی ہے۔ لہٰذا مسجدیں کہیں ہوں دنیا کے تمام مسلمانوں کا ان میں حق ہے اور بلا وجہ شرعی کسی مسجد سے کسی مسلمان یعنی سنی صحیح العقیدہ کو روکا نہیں جا سکتا ہے مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی بھی مسجد کی دیکھ بھال، اس کی تعمیر اور اس کا انتظام و انصرام دنیا بھر کے مسلمان نہیں کر سکتے ہیں اور ایسا بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ اسے بے نگراں و منتظم چھوڑ دیا جائے ورنہ مسجدیں ویران اور برباد ہو جائیں گی۔

انہیں امور و اسباب کے پیش نظر شریعت نے یہ حکم دیا کہ وقف کا نظم و ضبط برقرار رکھنے اس کی حفاظت کرنے اور اس کی نگرانی کے لئے ایک مسلمان کو متعین کر دیا جائے یا جو باقاعدہ مسجد اور وقف کا تحفظ کرے اور اسے خرد برد ہونے سے بچائے فقہ کی اصطلاح میں ایسے شخص کو ''متولی'' کہا جاتا ہے، مسلمان متولی کیسے شخص کو مقرر کریں اسے فتح القدیر اور ردالمحتار کے حوالہ سے بہار شریعت میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے:

متولی ایسے شخص کو مقرر کرنا چاہئے جو امانت دار ہو اور وقف کے کام کرنے پر قادر ہو خواہ خود ہی کام کرے یا اپنے نائب سے کرائے اور متولی ہونے کے لئے عاقل بالغ ہونا شرط ہے۔(ج:۱۰،ص:۵۷۵)

کسی فاسق وفاجر کو متولی بنانے سے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ہے:

فاسق اگر چہ کیسا ہی ہوشیار کارگزار مالدار ہو ہرگز لائق تولیت نہیں کہ جب وہ نافرمانی شرع کی پرواہ نہیں کرتا کسی کار دینی میں اس پر کیا اطمینان ہوسکتا ہے۔(ج:۶،ص:۵۰۷)

ان ارشادات مبارکہ سے واضح ہے کہ منصب تولیت ایک عظیم دینی منصب ہے تو جس طرح امامت کے لئے بہت ساری شرطیں ہیں تولیت کے لئے بھی شرطیں ہیں اس لئے ہر کس وناکس کو یہ منصب نہیں دیا جاسکتا ہے اور اگر لوگوں نے کسی نااہل کو یہ منصب دیا تو سب گنہگار ہوں گے اور ان پر لازم ہوگا کہ اسے تولیت سے معزول کرکے کسی اہل کو اس کے لئے مقرر کریں۔

عصر حاضر میں عموماً مسجدیں کمیٹیوں کے زیر انتظام رہتی ہیں اور کمیٹی کے ارکان وممبران ضروریات مسجد کو دیکھتے اور پوری کرتے ہیں مگران کمیٹیوں میں بھی کلیدی عہدہ صدر، سکریٹری اور خازن کا ہوتا ہے۔ بہرحال کمیٹی کے صدر کو متولی کی حیثیت سے جاننا چاہئے لہٰذا جس طرح متولی کے لئے کچھ اہم شرطیں ہیں۔ صدر سکریٹری اور دیگر ارکان میں بھی ان شرطوں کو دیکھنا چاہئے۔ مگر افسوس صد افسوس ہے کہ آج کل جو شخص محلہ میں زیادہ مالدار اور سیاسی اثر ورسوخ والا ہوتا ہے۔ وہ خواہ کتنا ہی بے عمل بلکہ بدعمل ہو، لوگ اسی کو صدر اور سکریٹری کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ اس غلط فکر اور برے اقدام کا نتیجہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے کہ مسجدیں فتنہ وفساد کی آماجگاہ جنگ وجدال کا میدان اور مقدمہ بازی کا اڈہ بنتی جارہی ہیں اور وقف کا سامان خرد برد ہوا جارہا ہے۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

کمیٹی کے اراکین کیسے ہوں

جب مسجد کی کمیٹی تشکیل پائے تو عہدیداران میں پہلے درج ذیل باتیں ضرور دیکھ لی جائیں۔ مسلمان ایسے ہی لوگوں کو منتخب کریں جن میں یہ چیزیں پائی جائیں ورنہ وہ بھی ذمہ دار ہوں گے:

(۱) سنی صحیح العقیدہ مذہب حق اہلسنت و جماعت معروف بہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے پیروکار اور متصلب ہوں۔

(۲) عاقل و بالغ باشعور اور صحیح فکر والے ہوں معاملات کی سوجھ بوجھ رکھتے ہوں۔

(۳) امانت دار ہوں، مسجد کے مال کو صحیح حساب و کتاب کے ساتھ رکھنے والے ہوں۔

(۴) مسجد کے لئے وقت نکالنے والے اور اس کا کام کرنے یا کرانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

(۵) خلوص و للّٰہیت اور دینی جذبہ رکھنے کے ساتھ با اخلاق اور دیندار ہوں۔

(۶) علمائے حق بالخصوص امام و موذن کے قدرشناس ہوں مزاج میں آمریت اور ڈکٹیٹرشپ نہ ہو۔

جب ان اوصاف کے لوگوں کو منتخب کیا جائے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ مسجد کا انتظام بہتر رہے گا۔

اراکین کیا کریں کیا نہ کریں؟

(۱) جب کچھ لوگ مسجد کی کمیٹی میں منتخب ہو جائیں تو ان کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے دینی خدمت کے لئے ان کو منتخب فرمایا اور پھر مسجد کی خدمت کو باعث سعادت دارین سمجھ کر انجام دینا چاہئے۔

(۲) امام کا تقرر بہت سوچ سمجھ کر کریں اور یہ دیکھ لیں کہ امام کے اندر شرائط امامت ہیں کہ نہیں جب شرعی معیار پر اترے تبھی تقرر کریں۔ امام صحیح القراۃ کے ساتھ خوش آواز اور باوزن ہو تو بہتر ہے۔ شرائط امامت ماسبق میں درج ہیں ان کو پڑھ لیں۔ ہاں اگر پہلے سے امام و مؤذن مقرر ہیں اور وہ لائق امامت واذان ہیں تو ان کو ہی بحال رکھیں۔

(۳) موذن کی تقرری میں آواز اور ادائیگی کلمات اذان کی درستگی کو جانچ لیں۔

(۴) جو شخص امامت کے شرائط اور معیار پر اترے یونہی جو موذن معیار پر اترے اس کو منتخب کر لیں یہ نہ دیکھیں کہ کس سلسلہ سے مرید ہے اور کس علاقہ کا ہے۔ اس طرح کی ذہنیت نے جماعت اہلسنت کو بہت نقصان پہنچایا ہے بس یہ دیکھیں کہ اہلِ بیت کرام، صحابہ عظام، اولیاے اسلام، علماے فخام اور عصر حاضر میں خصوصاً سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے مسلک اور ان کی تعلیمات پر کاربند ہے یا نہیں اور اعمال وکردار کے اعتبار سے صحیح ہے یا نہیں؟ البتہ اگر کسی امام وموذن کو ان حضرات کا گستاخ پائیں یا ان کی تعلیمات پر سختی سے عمل کرنے والے علمائے حق کی شان میں نازیبا کلمات نکالتے ہوئے سنیں یا کسی طرح ایسے لوگوں سے واقف ہوں تو ان کو ہرگز منتخب نہ کریں ورنہ بہت سارے فتنوں کا دروازہ کھل جائے گا۔

(۵) امام و موذن کی تقرری میں یہ واضح کر دیں کہ آپ کو کم از کم چھ ماہ کے لئے عارضی طور پر پر مقرر کیا جا رہا ہے۔ اگر ارکان اور نمازی حضرات امام سے اور امام ان سے مطمئن ہوں گے تو یہ تقرری مستقل ہو جائے گی۔ واضح رہے کہ تقرری کے وقت شناختی کارڈ (Identity Card) و آدھار کارڈ وغیرہ کو خوب جانچ لیں۔

(۶) تقرری کے معاملات کو صاف رکھیں مثلاً قیام و طعام اور مشاہرہ کے ساتھ رخصت وغیرہ کو تفصیل سے بتا دیں۔

(۷) شادی شدہ ائمہ کے لئے مع اہل و عیال رہائش کے قابل مکان کا انتظام کریں بصورت دیگر امام کا حجرہ کشادہ اور غسل خانہ کے ساتھ مہیا کریں۔ اور اس وقت ملک کے حالات آپ کے سامنے ہیں، اس لئے ائمہ حضرات کی رہائش گاہ محفوظ بنائیں۔

(۸) ماہانہ مشاہرہ حالات اور مہنگائی کے مطابق دیں امام کو کم از کم دس ہزار اور موذن کو چھ ہزار پیش کریں اور اگر امام دور دراز علاقہ کا ہو تو بہر حال اس کا لحاظ کریں۔ یونہی بڑے شہروں مثلاً ممبئی وغیرہ میں کم از کم امام کو بیس اور موذن کو پندرہ ہزار دیں۔

(۹) سہولت اور ضرورت کے اعتبار سے سال بھر کی چھٹی کی لسٹ بنا لیں۔ امام و موذن کو اس کے مطابق چھٹی دیں۔

(۱۰) متعینہ چھٹی سے زیادہ رخصت لینے کی صورت میں آپ تنخواہ وضع کر سکتے ہیں۔

(۱۱) جب تک امام یا موذن میں کوئی شرعی سبب نہ پایا جائے اسے منصب سے ہٹانا ناجائز و گناہ ہے لہٰذا اپنی کسی ذاتی رنجش کی بنیاد پر امام کو ہرگز نہ نکالیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آسکتے ہیں۔

(۱۲) امام و موذن مسجد کی خدمت پر مامور ہیں اور مسجد کے اخراجات قوم کے چندہ یا وقف کی آمدنی سے پورے کئے جاتے ہیں، لہٰذا تنخواہ لینے پر آپ ان کو اپنا نوکر نہ سمجھیں اور اگر بالفرض آپ لوگ اپنی جیب ہی سے دیتے ہیں تو بھی انہیں اپنا نوکر سمجھنا غلط ہے۔ وہ لوگ آپ کے مذہبی رہنما اور حالت نماز میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے نمائندہ ہوتے ہیں اور کوئی عقلمند اپنے نمائندہ کو نوکر نہیں سمجھتا

ہے۔ خلیفہ وقت اور عصر حاضر میں حکمراں حضرات بھی تنخواہ لیتے ہیں تو کیا کوئی ان کو نوکر کی حیثیت سے دیکھتا ہے نہیں ہرگز نہیں تو پھر آپ اپنے دینی قائد کو نوکر کی حیثیت سے کیوں دیکھیں گے۔

(۱۳) جب ائمہ آپ کے نزدیک موقر و محترم ہوں گے تو کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ آپ ان کے سلام کرنے سے پہلے سلام کرنے کی کوشش کریں اور اس بات کے قطعاً خواہش مند نہ رہیں کہ امام صاحب ہمیں سلام کریں۔

(۱۴) اگر خدانخواستہ ان حضرات سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو جو حکم شرع ہو وہی کریں۔ شریعت کا بہانہ بنا کر ان کی تذلیل و تحقیر اور انہیں برطرف کرنے کی سازش نہ کریں۔ آخر وہ بھی انسان ہی ہیں، کوئی فرشتہ نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ ان کے کئے جرم سے زیادہ بڑے بڑے جرم کے مرتکب ہوں تو ان جرموں کی طرف بھی نظر ہو۔

(۱۵) مسجد کی بجلی، لائٹ، پنکھا، وضو خانہ وغیرہ کی دیکھ بھال انتظامیہ کا کام ہے تو اگر ان چیزوں کے متعلق امام سے کچھ کہنا ہو تو تحکمانہ اور آمرانہ انداز اختیار نہ کریں جو بات کہیں نرمی سے اور ادب کے ساتھ کہیں۔

(۱۶) اگر آپ کو امام سے ذاتی تکلیف ہے تو تنہائی میں ان سے ذکر کر کے اس کا ازالہ کر لیں، عوام میں ان کی مذمت نہ کریں اور طرح طرح سے بہانہ بنا کر ان کے خلاف محاذ آرائی نہ کریں۔

(۱۷) دلوں کو امام و موذن کی جانب سے صاف رکھیں ان کے خلاف جاسوسی کرا کر خود کو برباد نہ کریں۔

(۱۸) اگر امام شرعی گرفت میں ہے اور اپنی خطا پر تائب نہیں ہو رہا ہے بلفظ دیگر لائق امامت نہ رہ جائے تو اب اس کی بے جا حمایت کر کے اپنی اور سب کی نمازیں برباد نہ کریں بلکہ اس کو منصب امامت سے برطرف کر دیں، ورنہ آپ سب گنہگار ہوں گے۔

(۱۹) مسجد کا حساب و کتاب صاف ستھرا رکھیں اور اگر مسلمان حساب کا مطالبہ کریں تو بلا تکلف حساب دے دیں تا کہ لوگوں میں بدگمانی نہ پیدا ہو۔

(۲۰) مسجد کے بے کار سامان کو فروخت کیا جا سکتا ہے لہٰذا مسجد کی منفعت کو سامنے رکھ کر کسی مسلمان سے اسے فروخت کر سکتے ہیں۔

(۲۱) اپنے اقتدار کا غلط فائدہ ہرگز ہرگز نہ اٹھائیں ورنہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو سکتے ہیں۔ بعض مساجد کے اراکین اپنے امام پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ آپ کسی بدعقیدہ کے خلاف تقریر نہیں کریں گے، کسی بدمذہب فرقہ کی تردید نہیں کریں گے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اس طرح کا دباؤ ڈال کر آپ گنہگار نہ ہوں۔

(۲۲) اگر مسجد کے پاس رقم موجود ہے تو اسے خرد برد نہ کریں بلکہ مسجد کی ضروریات میں صحیح طور پر خرچ کریں اور امام و موذن کے ساتھ نمازیوں کو آرام پہنچانے کی چیزیں فراہم رکھیں۔

(۲۳) اگر عامہ مسلمین کسی شرعی وجہ سے آپ کو کمیٹی سے برطرف کرنا چاہتے ہوں تو اول آپ اس وجہ کو ختم کریں ورنہ منصب سے ہٹ جائیں، مقدمہ بازی اور جنگ وجدال کا ماحول نہ بنائیں۔

(۲۴) نمازی حضرات مسجد میں پہنچ کر عبادت اور درود و وظیفہ اور تلاوت قرآن میں مصروف رہیں، مسجد کو پارلیمنٹ نہ بنائیں اور معمولی معمولی بات پر امام کی شکایت کے لئے اراکین کا دروازہ نہ کھٹکھٹائیں۔

(۲۵) اگر کسی شخص کو امام و موذن سے کوئی شکایت ہے تو بھائی چارگی کے ماحول میں اسے دور کرلیں مگر بھری مسجد میں یہ کام نہ کریں اور نہ ہی ادھر ادھر امام کی عیب جوئی کریں بلکہ تنہائی میں معاملات کا تصفیہ کریں۔

(۲۶) اسلام نے با اخلاق رہنے پر بہت زور دیا ہے تو اراکین و مصلیان اور امام و موذن سب ایک دوسرے سے خندہ پیشانی سے ملیں، ہر کوئی سلام میں پہل کرے اور ایک دوسرے کے لئے خیر خواہ بن کر رہیں۔

(۲۷) اگر آپ استطاعت رکھتے ہیں تو امام و موذن کی خدمت میں وقتاً فوقتاً کچھ نذر اور تحفہ پیش کر دیا کریں اور ان کی ضروریات کا ان کے کہے بغیر بھی خیال رکھیں۔

(۲۸) جمعہ مبارکہ اور عیدین کے موقع پر نقد، کپڑا، عطر وغیرہ کوئی بھی چیز تحفہ میں پیش کریں تا کہ ان کی خوشیاں اور دوبالا ہو جائیں۔

(۲۹) اگر کمیٹی کے سب لوگ یا بعض حضرات شرعی طور پر عہدہ کے لائق نہ رہ جائیں تو ان کو کمیٹی سے از خود علیحدہ ہو جانا چاہئے اور کسی لائق کو انتخاب کر کے کام اس کے حوالہ کر دیا جائے۔

(۳۰) مال وقف مثل مال یتیم ہے، اس کو ضائع کرنا یا غلط تصرف میں لانا سخت حرام ہے۔ اس لئے کمیٹی مسجد میں کسی طرح کا تصرف کرنے سے پہلے خوب غور کرلے۔

(۳۱) آپ مسجد کے تمام کاغذات درست رکھیں، مسجد کے لئے زمین رجسٹری یا وقف کراتے وقت ہی رجسٹری کاغذ میں یہ ضرور لکھوا دیں کہ یہ مسجد اہلسنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ والوں کی ہے، اس کی کمیٹی، اس کے امام و مؤذن اور ذمہ داران ہمیشہ وہی لوگ رہیں گے جو مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند ہوں گے اور اگر خدانخواستہ علاقے کے سارے لوگ بد مذہب ہو جائیں تو مسجد کی تولیت اور تمام ذمہ داری، خانقاہِ رضویہ بریلی شریف، کو منتقل ہو جائے گی۔

(۳۲) مسجد میں کوئی ایسا بورڈ آویزاں کریں جس سے مسجد سنی صحیح العقیدہ لوگوں کی معلوم ہو، مثلاً ''الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ''، ''مسلک اہلسنت وجماعت، مسلک اعلیٰ حضرت'' یا ''سنی حنفی بریلوی مسجد'' وغیرہ۔

(۳۳) حالات کے پیش نظر یہ بھی ضروری ہے کہ اراکین مسجد میں کوئی سنی صحیح العقیدہ عالم دین اور ایک سنی وکیل بھی رہے اور اگر یہ لوگ نہ ملیں تو کم از کم ایسے لوگوں سے اراکین رابطہ میں رہیں۔

(۳۴) اراکین مسجد کی ظاہری زیب وزینت اور سنگ مرمر کا فرش بنانے کو ترجیح دینے کی بجائے امام ومؤذن کی ضروریات، نمازیوں کی سہولیات اور مسجد کی بنیادی چیزیں فراہم کرنے کو ترجیح دیں۔

(۳۵) امام ومؤذن حضرات سے ناجائز وحرام کام کرانے کے لئے اپنے اقتدار کا بیجا استعمال نہ کریں۔ مثلاً کسی بدعقیدہ شخص کی نماز جنازہ ونکاح پڑھانے کے لئے نہ کہیں اور اگر امام آپ کی بات نہ مانے تو فوراً اسے امامت سے برطرف کرنے کی تدبیر نہ سوچیں، ورنہ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے برطرف کردئے جائیں گے۔

فقیر نے یہ گزارشات محض صلاح حال مسلم اور فلاح امت کے لئے لکھی ہے۔ امید ہے کہ مسلمان اس پر توجہ دیں گے اور اور اپنی دنیوی واخروی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے اپنی عبادات اور عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

محمد اختر حسین قادری غفرلہ

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

۲۷/ذو الحجہ ۱۴۴۰ھ، ۲۹/اگست ۲۰۱۹ء بروز جمعرات

فاضل مصنف کی دیگر تصنیفات

پانی اور تحقیقاتِ رضویہ

مفتی محمد انور حسین قادری

فتاوٰی علیمیہ

اول

تین طلاق

برطانیہ میں

نماز روزہ کے مسائل کا حل

ازالۂ فریب

تقلیدِ شخصی کے آسیب

مفتی محمد انور حسین قادری
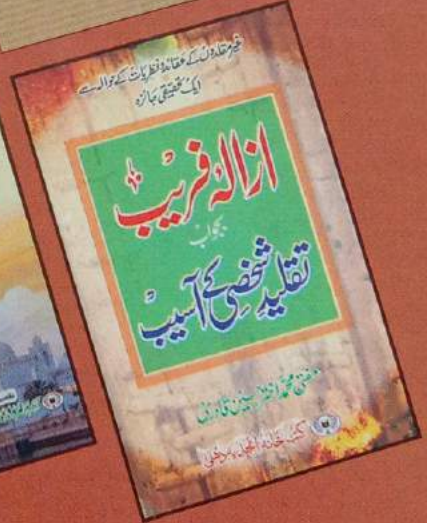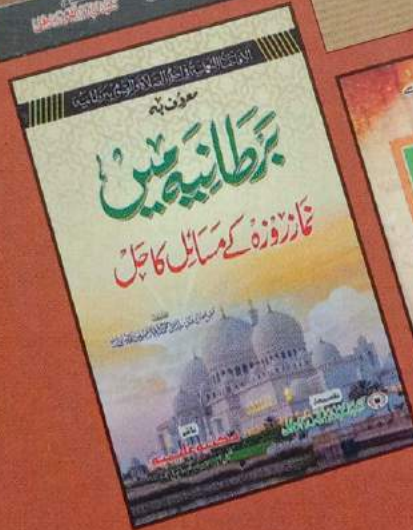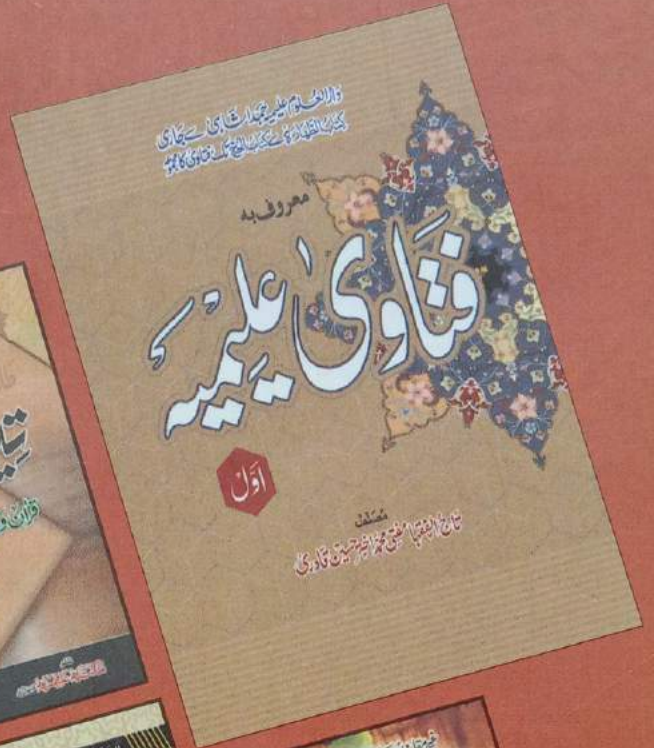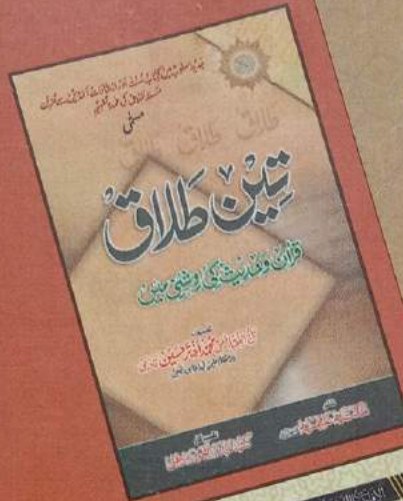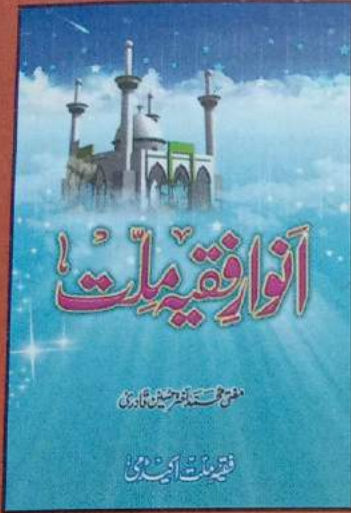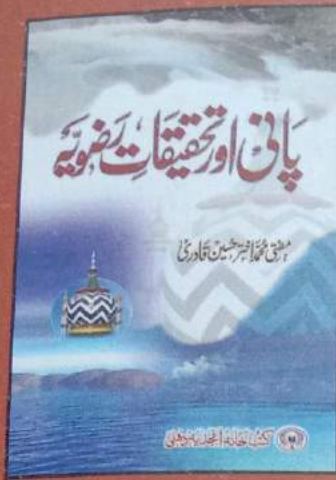
ISBN 93-89807-75-1

KUTUB KHANA
AMJADIA®

425/7, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Ph.: 011-23243187, 23243188
e-mail:kkamjadia@yahoo.co.uk
www.kutubkhanaamjadia.com • info@kutubkhanaamjadia.com